سورۃ النساء (آیات 58 تا 59)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا ۢ بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ ﴾

''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں اُن کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔ اللہ تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے۔ بیشک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ مومنو! اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں اُن کی بھی۔ اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُس میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل (انجام) بھی اچھا ہے۔''

یہ دو آیات بڑی اہم ہیں کہ ان میں اسلام کا سارا سیاسی' قانونی اور دستوری نظام آ گیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل افراد کے سپرد کرو' اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کو ملحوظ خاطر رکھو۔ جو بھی سیاسی نظام بنتا ہے اس میں منصب ہوتے ہیں۔ ہر منصب کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں' اختیارات بھی ہوتے ہیں' لہٰذا یہ منصب دیتے وقت اہلیت کو بنیادی حیثیت دی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ برادری' رشتہ داری' دولت مندی یا دھونس دھاندلی کی وجہ سے منصب کسی غیر اہل کے سپرد کر دو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ امانت میں خیانت ہوگی۔ عام معنی کے اعتبار سے بھی جو کسی نے امانت رکھوائی ہے اُسے پورے کا پورا واپس لوٹانا ہوگا۔ مگر یہاں تو معاشرتی زندگی کے اہم اصولوں کے طور پر یہ بات آ رہی ہے کہ اہل اور مستحق لوگوں کو منصب اور ذمہ داریاں دی جائیں۔ اگر ایسا کیا گیا تو قومی امور بطریق احسن انجام پائیں گے۔

دوسری ہدایت نظام عدالت ''Judiciary'' کے متعلق ہے کہ جب تم لوگوں کے درمیان فیصلے کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔ اسلامی معاشرے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اُس کے اندر مضبوط مستحکم اور شفاف عدالتی نظام قائم ہو۔ یہ بہت ہی اچھی نصیحتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ تمہیں کر رہا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا' دیکھنے والا ہے۔

آگے تیسری ہدایت قانون سازی (legislature) کے متعلق ہے۔ جدید ریاست کے تین ستون (pillars) ہیں۔ اس کے علاوہ پریس کو چوتھا ستون کہہ دیا جاتا ہے۔ اصل میں تو یہ تین ہی ہیں: انتظامیہ (executive)' عدلیہ (judiciary) اور قانون سازی (legislature)۔ انتظامیہ کا ذکر سب سے پہلے ہوا کہ اختیار دیتے وقت اہلیت کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ عدلیہ کے ضمن میں کہا گیا کہ تمام فیصلے عدل وانصاف کے تحت کیے جائیں۔ عدل کرتے وقت اپنے پرائے' غریب امیر حتیٰ کہ عام شہری اور حکمران کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔ قاضی کے سامنے سب کی حیثیت برابر ہے۔ رہی تیسری بات یعنی قانون سازی کی' تو اس کے لیے یہ ہدایت ہے کہ کوئی قانون قرآن وسنت کی منشاء کے خلاف نہیں بنایا جا سکتا۔ یہ جملہ ہمارے دستور پاکستان میں بھی لکھا ہوا ہے۔ No legislation can be done repugnant to Quran and Sunnah مگر یہ تو منافقت کا پلندہ ہے' کیونکہ ان الفاظ پر عمل درآمد کی کوئی ''scheme'' موجود نہیں۔ محض لکھا ہوا ہے کہ قرآن اور سنت دو مستقل ذرائع قانون (sources of law) ہیں۔

فرمانِ نبوی

جنت اور بوڑھے والدین

چودھری رحمت اللہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((رَغِمَ اَنْفُهٗ ' رَغِمَ اَنْفُهٗ ' رَغِمَ اَنْفُهٗ ' قِيْلَ مَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ' قَالَ ((مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَهُ الْكِبَرُ اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَيْهِمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ)) (رواہ مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: ''وہ ذلیل اور رسوا ہوا''۔ عرض کیا گیا حضور! کون؟ فرمایا: ''جس کے پاس بوڑھے والدین یا ان میں سے کوئی ایک یا دونوں موجود ہوں اور وہ جنت میں نہ جائے''۔

حضور ﷺ نے اس شخص پر رنج اور افسوس کا اظہار فرمایا ہے جو اپنے بوڑھے والدین کے ساتھ نیک سلوک نہ کرنے کے باعث ذلت اور رُسوائی کا مستحق ٹھہرا اور اس کوتاہی کی وجہ سے بہشت سے محروم ہوا۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

رمضان، قرآن اور پاکستان

رمضان' قرآن اور پاکستان محض ہم قافیہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ دنیا کے کسی دوسرے گوشے میں بسنے والے مسلمانوں کی نسبت مسلمانان پاکستان کا رمضان اور قرآن سے اضافی تعلق بھی ہے' وہ اس لیے کہ پاکستان رمضان کی اس شب میں قائم ہوا جس کے بارے میں گمان غالب ہے کہ وہ لیلۃ القدر ہی ہے جسے قرآن نے نزولِ قرآن کی شب ہونے کی بنا پر ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا۔ اگرچہ 1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ یہ ثابت کر چکی تھی کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کی حقیقی نمائندہ جماعت ہے لیکن پھر بھی 1947ء کے آغاز میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان اسی سال دنیا کے نقشہ پر حقیقت بن کر ابھر سکے گی۔ انگریز حاکموں اور برصغیر کی بڑی قوم ہندو کی شدید ترین مخالفت کے باوجود اس کا قائم ہو جانا ہی کچھ ناقابل فہم سا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن تشکیل پاکستان کے تاریخی واقعات کو مرحلہ وار دیکھیں تو اس سال ستائیس رمضان المبارک کی نصف شب کے قریب قیام پاکستان کا اعلان خالصتاً ''کن فیکون'' کا مظہر محسوس ہوتا ہے۔ 1940ء کی قراردادِ لاہور میں پاکستان کا ذکر نہیں تھا' بلکہ اس میں آزاد مسلمان ریاستوں کا ذکر ہے۔ اس پس منظر میں ایک ہزار میل سے زائد زمینی فصل رکھنے والے دو حصوں پر مشتمل ایک ریاست کا قائم ہو جانا معجزہ محسوس ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے پاکستان کو بجا طور پر مملکت خداداد کہا جاتا ہے' لیکن رمضان اور قرآن کے ساتھ مسلمانان پاکستان نے کیا سلوک کیا' یہ ایک دل فگار کہانی ہے۔ رمضان کو تاجروں، شاکستوں اور صنعت کاروں نے لوٹ کھسوٹ اور چور بازاری کا مہینہ بنا لیا۔ حکومت کا یہ حال ہے کہ گراں فروشی کے الزام میں چھوٹے چھوٹے دکانداروں اور کریانہ فروشوں کو تو گرفتار کر رہی ہے جبکہ اس کی اپنی گراں فروشی کا یہ عالم ہے کہ تقریباً ساٹھ فیصد سستا تیل خرید کر پہلے سے بھی پچیس فیصد زائد قیمت پر عوام کو فراہم کر رہی ہے۔ تراویح کی آواز لاؤڈ سپیکر پر مسجد سے باہر آنے کی ممانعت ہے جبکہ فحش گانوں کی اونچی آواز سے ریکارڈنگ پر کوئی پابندی نہیں۔

برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان بنا کر ہندو سے ہزار سالہ رفاقت ختم کی، اس کی دشمنی مول لی جس کے نتیجہ میں ہندو کے ہاتھوں لاکھوں مسلمان بے گھر ہوئے' بے شمار قتل ہوئے اور ان گنت مسلم خواتین کی بے حرمتی ہوئی' یعنی پاکستان پر جان، مال اور عزت جو انسان کا کل سرمایہ ہوتا ہے، سب کچھ لٹا دیا۔ پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ اتنا پُرکشش نعرہ تھا اور نظریہ پاکستان کی اصطلاح اتنی دلپذیر تھی کہ یہ قربانیاں حقیر محسوس ہوتی تھیں۔ نظریہ پاکستان یعنی اسلام کے یوں تو دو بنیادی ماخذ ہیں: قرآن اور حدیث / سنت رسولؐ' لیکن یہ دو بھی اس طرح اکائی بن جاتے ہیں کہ حضور ﷺ قرآن مجسم اور قرآن ناطق بھی تو کہلاتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ایک حدیث کے مطابق قرآن سیرت رسولؐ اور خُلق رسولؐ ہی کا تو بیان ہے۔ یعنی قرآن دین متین کا اصل منبع' سرچشمہ اور ماخذ ہے۔ لہٰذا نظریۂ پاکستان کی آبیاری کے لیے پاکستان میں جو پہلا کام ہونا چاہئے تھا' وہ یہ تھا کہ قرآن کی تعلیم کو عام کیا جاتا، قرآن کی زبان کو سیکھا اور سکھایا جاتا۔ آخر انگریزی زبان میں مہارت حاصل کی جا سکتی ہے تو قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے عربی کیوں نہیں سیکھی جا سکتی؟ اگرچہ قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ اسے سمجھے بغیر بھی پڑھا جائے تو ایک لطف، سرور اور کیف محسوس ہوتا ہے لیکن عملی زندگی میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر صراط مستقیم پر چلنے کے لیے احکامات قرآنی کو اپنا امام بنانے کی ضرورت تھی۔ اس کے حکم پر عمل کیا جاتا اور اس کے روکے رکا جاتا۔ لیکن صد افسوس کہ عوامی اور حکومتی دونوں سطحوں پر عملی زندگی سے اسلام کو خارج کر دیا گیا۔ آج ہم مصنوعی روشنیوں کے ذریعے عزت و وقار کا راستہ ٹٹولنے کی کوشش کر رہے ہیں اور فطری روشنی کے مینار قرآن مجید پر ریشمی جزدانوں کے بے شمار غلاف ڈال دیئے ہیں اور شعوری یا غیر شعوری طور پر کوشاں ہیں کہ حق کو دبیز ریشمی پردوں میں چھپا دیا جائے' نتیجتاً ہم صراط مستقیم سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ اسلام کے عادلانہ نظام کو اپنانا تو دور کی بات ہے' ہم عام انسانی اخلاقیات سے بھی عاری ہو چکے ہیں۔ ظلم، ناانصافی، کرپشن، خیانت، جھوٹ، بددیانتی اور منافقت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا۔ اپنے معاشرے پر نگاہ ڈالئے' سیاسی اور معاشی سطح پر ہماری کوئی کل سیدھی نہیں۔ بیرون ملک ہماری پہچان ایک بھکاری ملک کی ہے۔ دولت اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم نے طبقاتی خلیج کو بہت وسیع کر دیا ہے' ایک طرف وہ لوگ ہیں جو نزلہ و زکام کے علاج کے لیے یورپ میں ہسپتال بک کرواتے ہیں اور اپنے کتوں کے لیے ایئر کنڈیشنڈ (باقی صفحہ 15 پر)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت

جلد 14 — 36
29 ستمبر تا 5 اکتوبر 2005ء
24 شعبان تا یکم رمضان المبارک

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فریداللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بالِ جبریل کی چودھویں غزل

اپنی جولاں گاہ زیرِ آسماں سمجھا تھا میں! آب و گِل کے کھیل کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں
بے حجابی سے تری ٹوٹا نگاہوں کا طلسم! اِک ردائے نیلگوں کو آسماں سمجھا تھا میں
کارواں تھک کر فضا کے پیچ و خم میں رہ گیا مہر و ماہ و مشتری کو ہم عناں سمجھا تھا میں
عشق کی اِک جست نے طے کر دیا قصہ تمام اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں
کہہ گئیں رازِ محبت پردہ دارِ ہائے شوق! تھی فغاں وہ بھی جسے ضبطِ فغاں سمجھا تھا میں
تھی کسی درماندہ رہرو کی صدائے دردناک جس کو آوازِ رحیلِ کارواں سمجھا تھا میں!

AAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAAA

اس غزل کا بنیادی تصور یہ ہے کہ عشق انسان کو زمان و مکاں کی قیود و حدود سے آزاد کر دیتا ہے۔ یہ وہ نکتہ ہے جو اقبال کے نظامِ فکر میں اساسی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسے اپنی تخلیقاتِ نظم و نثر میں بالخصوص فارسی کلام میں بار بار بہ تکرار پیش کیا ہے مثلاً مثنوی ''مسافر'' میں لکھتے ہیں:

ہستیٔ او بے جہات اندر جہات!
او حریم و در طوافش کائنات!

یعنی مومن (اقبال کی نظر میں مومن اور عاشق مترادف ہیں) اگرچہ بظاہر زمان و مکاں کے جہات (قیود و حدود) ہی میں رہتا ہے لیکن درحقیقت اس کی ہستی بے جہات یعنی مکان کی حدود کی قید سے بالاتر ہوتی ہے اور اُس کی ذات اس قدر مہتم بالشان ہوتی ہے کہ ساری کائنات اس کا طواف کرتی ہے۔

یہ نکتہ سمجھنے میں لوگوں کو جو دشواری لاحق ہوتی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ ''عشق'' وارداتِ قلب (تصوف) سے تعلق رکھتا ہے اور تصوف ریاضی یا فلسفہ نہیں ہے بلکہ سراسر عمل ہے اور یہاں ''علم بعد از عمل ے آید'' والا معاملہ ہوتا ہے۔ یعنی اگر کوئی یہ سوال کرے کہ عشق انسان کو زمان و مکاں کی قید سے کیونکر آزاد کر دیتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عشق اختیار کر کے دیکھ لو یہ سمجھنے کی چیز نہیں بلکہ دیکھنے کی چیز ہے۔ تصوف شنید نہیں دید ہے۔ اس ضمن میں اقبال ہی کا ایک شعر ہے:

چیست دیں؟ دریافتن اسرارِ خویش
زندگی مرگ است بے دیدارِ خویش

دین کیا ہے؟ اپنی اصلیت و خودی سے آگاہ ہونا۔ جس نے اپنی اصلیت کو نہ پہچانا وہ زندہ نہیں مردہ ہے۔

1۔ انسان جب تک عشق اختیار نہیں کرتا اُس وقت تک وہ اِس جہانِ رنگ و بو کی محدود دنیا کو جو زیرِ آسماں واقع ہے اور جو عناصر سے مرکب ہے اپنی جولاں گاہ اپنی سرگرمیوں کا مرکز سمجھتا ہے۔

2۔ لیکن جب عشق کی بدولت اُس کے دل کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور وہ حسن مطلق کا مشاہدہ کرتا ہے تو کائنات کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے اور اُسے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ آسمان ایک نیلی چادر سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ یعنی آسمان اس کے لیے حدِ نظر نہیں رہتا بلکہ وہ بالائے آسمان بھی دیکھ سکتا ہے۔

3۔ جب تک انسان کوچۂ عشق سے واقف نہیں ہوتا سورج چاند اور مشتری کو اپنا ہم عنان (ہم سفر۔ ساتھی) سمجھتا ہے لیکن جب وہ عشق اختیار کرتا ہے تو اُس میں اس قدر طاقتِ پرواز پیدا ہو جاتی ہے کہ اجرامِ فلکی بھی پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اُس کی نگاہ ان سے بھی آگے بڑھ جاتی ہے۔

4۔ اقبال کہتے ہیں میں اس کائنات کو لامحدود (بے کراں) سمجھتا تھا لیکن عشق نے مجھ میں اس قدر طاقت پیدا کر دی کہ میں نے زمین سے آسمان کا فاصلہ ایک ہی جست میں طے کر لیا۔ اسی مضمون کو اقبال نے ''زبورِ عجم'' میں یوں بیان کیا ہے:

وادیٔ عشق بسے دُور و دراز ہست ولے
طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے

یعنی وادیٔ عشق بے شک بہت دور ہے لیکن عشقِ حقیقی کی راہ پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہ اور فضلِ ایزدی پر بھروسہ کر اور مایوسی کو پاس نہ آنے دے۔ کبھی کبھی اسی عشق کی بدولت ایسا بھی ہوتا ہے کہ سو سال کا راستہ صرف چشم زدن میں ایک آہ میں طے ہو جاتا ہے۔

5۔ اگرچہ میں نے اپنی محبت کو ضبط کے پردے میں بہت چھپایا لیکن میرا اخفائے محبت کا انداز کچھ ایسا تھا کہ رازِ محبت فاش ہو گیا یعنی جسے میں ضبطِ فغاں سمجھتا تھا وہ بھی فغاں ہی کی ایک صورت بن گئی۔

6۔ عام دستور ہے کہ جب قافلہ روانہ ہوتا ہے تو روانگی سے پیشتر بآواز بلند اعلان کرتا ہے کہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے تاکہ سب مسافر روانگی کے لیے تیار ہو جائیں اور کوئی پیچھے نہ رہ جائے۔ اسے ''آوازِ رحیل'' کہتے ہیں۔ اقبال نے اس شعر میں اپنی قوتِ تخیل سے یہ مضمون پیدا کیا ہے کہ میں جس کو کارواں کی ''آوازِ رحیل'' (کوچ کی آواز) سمجھا تھا وہ دراصل اُس بدبخت مسافر کی صدائے دردناک تھی جس نے اپنا وقت غفلت میں ضائع کر دیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ قافلے سے بچھڑ گیا اور جب قافلہ روانہ ہو گیا تو اس نے دردناک آواز سے قافلے کو پکارا کہ ذرا توقف کرو تاکہ میں بھی تمہارے ساتھ شامل ہو جاؤں۔

دراصل اقبال نے رحیل کارواں کے پردے میں انسان کی غفلت کا نقشہ پیش کیا ہے۔ جب تک انسان دنیا میں زندہ رہتا ہے سفرِ آخرت کی تیاری سے بالکل غافل رہتا ہے لیکن جب ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے سر پر آن موجود ہوتا ہے تو ہر دنیا پرست اور عقبیٰ سے غافل انسان زبانِ حال سے کہتا ہے کہ مجھے چند روز کی مہلت اور دو تاکہ میں اعمالِ حسنہ بجا لا کر اپنے لیے زادِ راہ مہیا کر لوں۔

بظاہر تو الرحیل الرحیل (کوچ کرو کوچ کرو) دوسرے شخص کی آواز ہوتی ہے لیکن دراصل یہ اُس غافل انسان کی آواز ہوتی ہے جو اُس وقت کارکنانِ قضا و قدر کو پکارتا ہے کہ ذرا توقف کرو تاکہ سامانِ سفر تیار کر لوں۔

منبر و محراب

سورۃ الضحیٰ

نبی اکرم ﷺ کے لیے تشفی و تسلی کا خصوصی پیغام

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 16 ستمبر کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آج ہمیں سورۃ الضحیٰ کا مطالعہ کرنا ہے۔ سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الانشراح جڑواں سورتیں ہیں' اور دونوں میں خطاب براہ راست آنحضور ﷺ سے ہے۔ ایک ہی مضمون ہے جو دو سورتوں میں منقسم ہوا۔ سورۃ الضحیٰ سے ماقبل سورۃ اللیل ہے جو امام رازیؒ کے بقول سورۃ ابی بکر ہے کہ وہ ابوبکر صدیقؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اُس میں مرتبۂ صدیقیت تک پہنچنے کے لیے ضروری اوصاف اور خصائص کا بیان ہوا ہے۔ سورۃ الضحیٰ اور انشراح کو سورۃ محمد ﷺ کہنا چاہیے' کہ یہ آنحضور ﷺ کی شان میں نازل ہوئیں۔ آنحضور ﷺ پر ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ جس کے ازالہ کے لیے اس سورت میں کہ آنحضور ﷺ کے لیے تسلی' تشفی اور دلجوئی کا غیر معمولی انداز اختیار فرمایا گیا۔

انسانی نفسیات کے حوالے سے دیکھا جائے تو ہر شخص کو اس کا تجربہ ہے کہ کسی وقت انسان پر کچھ بددلی اور مایوسی کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ جسے صوفیاء کی اصطلاح میں ''قبض'' کہتے ہیں۔ جب یہ کیفیت ہو تو انسان کے اندر فعالیت ختم ہو جاتی ہے اور قوت عمل کمزور پڑ جاتی ہے۔ اس کے برعکس انبساط کی کیفیت ہے' جس میں آدمی اپنے مشن اور نصب العین کے لیے بڑی سرگرمی سے' دلجمعی اور سکون کے ساتھ' کام کر رہا ہوتا ہے۔ اس کے کام میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

یہ سورۃ مبارکہ آغاز وحی کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے۔ اس کی شان نزول یہ ہے کہ غار حرا کی تنہائیوں میں جب نبی کریم ﷺ غور و فکر کر رہے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے تلاشِ حقیقت کی راہیں کھول دیں' اور آسمانی ہدایت کا سلسلہ جاری فرما دیا۔ جبرئیل الامین کے ذریعے آپ پر وحی نازل ہونے لگی۔ آپ ﷺ کو بڑا اشتیاق رہتا تھا کہ یہ ہدایت جلد از جلد آئے۔ لیکن ہوا یہ کہ آپ ﷺ پر کچھ عرصہ وحی نازل ہوتی رہی' مگر اس کے بعد تھوڑی سی مدت نزول وحی کا سلسلہ رک گیا۔ یہ وقفہ ذرا معمول سے زیادہ ہوا۔ بعض روایات کے مطابق دس' پندرہ اور بعض دوسری روایات کے مطابق یہ وقفہ چالیس دن تک ہوا۔ یہ غالباً فترۃ وحی کا زمانہ ہے۔ اس مدت میں آپ ﷺ پر بہت شدید گھبراہٹ طاری ہوئی۔ آپ ﷺ کو فکر ہوئی کہ شاید مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے یا حق بندگی ادا کرنے میں کوئی کوتاہی رہ گئی ہے کہ کہ میرا رب مجھ سے ناراض ہو گیا اور یہ سلسلہ رک گیا۔ یہ فکر اور احساس آپ کو اس درجے ہوا کہ آپ ﷺ بیمار پڑ گئے۔ یہاں تک کہ بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ مسلسل تین روز تک قیام اللیل کے لیے بھی نہ اٹھ سکے۔ اس پر مستزاد ابولہب کی بیوی اُم جمیل کا ایک زہریلا جملہ آپ ﷺ کے لیے ذہنی اذیت کا باعث بنا۔ ام جمیل جس کا ذکر' سورۃ لہب میں ہے' دنیا کی عورتوں میں ایک بدترین کردار ہے' اُس نے کہا کہ

> بندۂ مومن کو کبھی مشکل' کبھی آسانی' کبھی رنج' کبھی راحت سے گزارا جاتا ہے تاکہ اس کے ایمان کو جلا عطا ہو اور اس کے اللہ پر یقین اور توکل میں مزید اضافہ ہو

''اے محمدؐ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا شیطان تمہارا ساتھ چھوڑ گیا (معاذ اللہ)۔ اس زہریلے نشتر سے رنج و صدمہ کی کیفیت دوچند ہو گئی۔ اس کیفیت نے آپ ﷺ کو بیمار بھی کر دیا اور آپ ﷺ شدید پریشانی سے دوچار ہو گئے۔ اس پس منظر میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اس سورۃ میں آپ ﷺ کی دلجوئی' تسلی اور تشفی کی گئی کہ اللہ آپ سے ناراض نہیں ہوا' نہ ہی اُس نے آپ کو چھوڑ دیا ہے۔

اس سورۃ مبارکہ کے آغاز میں دو قسمیں کھائی گئیں۔ فرمایا: ﴿وَالضُّحٰیۙ ○ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ○﴾ ''قسم ہے ''ضحیٰ'' کے وقت کی' اور قسم ہے رات کے وقت کی' جب وہ تاریک ہو جائے' یا چھا جائے۔ یہ دو انتہائی متضاد کیفیات کی طرف اشارہ ہے۔ ضحیٰ کا وقت' یعنی جب سورج خوب بلند ہو جاتا ہے اور اس کی روشنی اچھی طرح پھیل جاتی ہے۔ اور رات کا وقت' جب اُس کی تاریکی پوری طرح چھا جائے' اس میں نہ تو ابتدائے شب کی شفق کی لالی ہو اور نہ آخر شب کے آثار! ان دو متضاد کیفیات کی قسم سے بات شروع ہوئی۔

تیسری آیت میں فرمایا: ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۝۳﴾: یعنی ''نہیں چھوڑا آپ (ﷺ) کو آپ کے رب نے اور نہ ہی وہ بیزار ہوا''۔ اس اندیشے کی تردید آ رہی ہے کہ آپ ﷺ کا رب آپؐ سے ناراض ہے۔ ایسا کوئی معاملہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے دل میں یہ جو وسوسہ تھا' اسے دور کر لیجیے۔ اسی طرح یہ مشرکین جو طعنے دے رہے ہیں' ان کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبیؐ کے لیے اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ اور تسلی کا پیغام ہے کہ اے نبیؐ میں نے آپ کو نہیں چھوڑا ہے۔ یہ تسلی کس قدر اطمینان بخش تھی' اس کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔

اس آیت سے پہلے دن اور رات کی قسمیں کھائی گئی ہیں' اُن کا اس مضمون سے بہت گہرا ربط ہے۔ اس میں لطیف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ نزول وحی کا سلسلہ گویا روشن دن کی مثال تھی' اور اس میں جو تھوڑا سا وقفہ آیا ہے' اسے آپ تاریکی سے تعبیر کریں' یہ گویا رات ہے۔ دن کے ساتھ رات بھی ضروری ہے۔ نظام کائنات کو چلانے کے لیے' رات کا وجود بھی خالی از حکمت نہیں ہے۔ جہاں اس کائنات کی مادی ترقی کو بروئے کار لانے میں دن کی روشنی کا حصہ ہے' وہاں رات کی تاریکی کا بھی حصہ ہے۔ نزول وحی میں یہ وقفہ بھی اپنی جگہ خالی از حکمت نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس نظام کا حصہ ہے جو اس نے تخلیق فرمایا ہے۔ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ مفسرین نے ان کا ذکر بھی کیا ہے۔

سورۂ مزمل کے آغاز میں ہے: ﴿اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝۵﴾: یعنی ''ہم آپ پر بڑی بھاری بات ڈالنے والے ہیں''۔ چنانچہ جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ ﷺ پر بہت بھاری بوجھ ہوتا تھا۔ آپؐ پسینے سے شرابور ہو جاتے تھے۔ اس بھاری بوجھ کا تحمل کرنے کے لیے بھی کچھ وقفے ضروری تھے۔ پھر جس قسم کے مسائل و

مشکلات کا سامنا مستقبل میں کرنا تھا اُن میں جس صبر و استقامت کی ضرورت تھی اُس کے لیے بھی یہ وقفے ضروری تھے۔ قرآن حکیم کے یکبارگی نازل نہ ہونے میں بھی یہی حکمت ہے۔ چنانچہ مشرکین نے اعتراض کیا تھا کہ یہ قرآن تورات کی طرح یکبارگی کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ سورۃ فرقان میں اس کا جواب دیا گیا۔ ﴿كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ......﴾:(۳۲) یعنی "(قرآن کا نزول) اس طرح اس لیے ہے تاکہ ہم آپ کے دل کو ثبات بخشیں"۔

اس میں دوسری حکمت "عسر" اور "یسر" کا فلسفہ ہے۔ جو اس سورۃ بالخصوص سورۃ الانشراح کا موضوع ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝﴾ یعنی "سوالبتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے' بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے"۔ جان لو یہ دکھ سکھ ساتھ ہی ہوتے ہیں۔ غم کے ساتھ خوشی اور خوشی کے ساتھ غم وابستہ ہوتے ہیں۔ انسان کی ترقی و کمال کے لیے ضروری ہے کہ اس کی خوابیدہ صلاحیتوں' قوتوں اور استعدادات کی افزائش اور نمو ہو۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ ہر قسم کے حالات سے گزرے۔ اُسے عسر سے بھی پالا پڑے اور یسر سے بھی' مشکل سے بھی' آسانی سے بھی' راحت سے بھی' سخت آزمائشوں سے بھی۔ اسی صورت میں اس کے جوہر کھلتے ہیں۔ جس طرح دن اور رات اگرچہ متضاد ہیں' لیکن مل کر ایک مقصد کو پورا کر رہے ہیں' اسی طرح کبھی مشکل' کبھی آسانی' کبھی رنج' کبھی راحت' کبھی انتہائی سخت آزمائشیں اور کبھی بہت ہی موافق اور سازگار حالات سے انسان کو گزارا جاتا ہے' تاکہ اس کی صلاحیتوں میں اور نکھار پیدا ہو' اس کے ایمان کو اور جلا عطا ہو' اس کے اندر مزید استقامت اور اللہ پر توکل پیدا ہو۔

مزید تسلی دیتے ہوئے اگلی آیت میں فرمایا: ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ۝﴾ یعنی "آخرت آپ کے لیے "پہلی" سے بہتر ہے"۔ آخرت کا مفہوم تو سب کو معلوم ہے۔ اولیٰ (پہلی) سے مراد "دنیا" ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی جو اصل نعمتیں ہیں وہ انسان کو آخرت میں ملیں گی۔ یہاں تو آزمائشیں' مشکلات اور تکالیف ہیں۔ اس لیے اللہ کے صالح بندوں کے لیے آخرت بہت بہتر جگہ ہے۔ لیکن آپؐ کے لیے تو خاص طور پر وہ بہترین مقام ہے۔ آپ ﷺ نے اس دنیا میں فقر کی زندگی گزاری ہے۔ اگرچہ آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا۔ آپؐ خود فرماتے تھے کہ مجھے اس دنیا سے کیا سروکار۔ میری مثال تو ایسے ہے جیسے ایک سوار اور مسافر ہے وہ دورانِ سفر تھوڑی دیر کے لیے کسی درخت کے سایے تلے آرام کے لیے رکتا ہے آرام کرتا ہے اور پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتا ہے ہے۔ چنانچہ خیبر کی فتح اور بعض دوسری فتوحات کے نتیجے میں مسلمانوں کو بہت سامالِ غنیمت حاصل ہوا اور خوشحالی آ گئی۔ اس کے باوجود آنحضور ﷺ نے اپنے لیے فقر کو ترجیح دی۔ آپ نے دنیا کے مال و متاع اور اسباب آسائش سے استغنا برتا۔ اب ایسے بلند مرتبت نبی کے لیے دنیا کے مقابلے میں آخرت یقیناً بہت بہتر ہوگی۔

آیت کا دوسرا مفہوم' جس کی طرف مفسرین نے اشارہ کیا ہے' یہ ہے کہ ہر آنے والا وقت آپ کے لیے پہلے وقت سے بہتر ہوگا' آپ ﷺ کی روحانی ترقی کے اعتبار سے بھی' اور دنیاوی کامیابیوں کے اعتبار سے بھی۔ چنانچہ سیرۃ پر نگاہ ڈالیں۔ آغاز وحی سے لے کر آپؐ کے وصال تک شمسی اعتبار سے آپ کی 21 سالہ جدوجہد ایک مسلسل سفر اور پیہم جاں گسل محنت ہے۔ اس سفر میں بعض اوقات تمام رستے بند نظر آتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ شاید مسلمانوں اور اسلام کے لیے آخری وقت آ پہنچا' لیکن بنظر غائر دیکھا جائے تو درحقیقت ہر قدم کامیابی کی طرف بڑھتا دکھائی دیتا ہے۔ نتیجہ کے اعتبار سے اس میں مزید پیش رفت کا سامان ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کے لیے ہر آنے والی ساعت پہلی ساعت سے بہتر ثابت ہوتی ہے۔ اسلام کی دعوت کے نفوذ میں روز بروز اضافہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ کی جدوجہد مکمل کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے اور اسلام بحیثیت دین اور نظام زندگی غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔

﴿وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۝﴾ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ وحی میں جو وقفہ آتا تھا' وہ آنحضور ﷺ پر بڑا شاق گزرتا تھا۔ اس لیے کہ اللہ کا کلام براہ راست آپؐ کے قلب پر نازل ہوتا تھا۔ اس سے آپ کو روحانی قوت حاصل ہوتی تھی۔ آپؐ چاہتے تھے کہ نزول وحی میں وقفہ نہ ہو' مزید وحی آئے۔ قرآن مجید نے ایک جگہ آپ کو روکا بھی ہے۔ ﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰۤی اِلَیْكَ وَحْیُهٗ﴾ (طٰہٰ:114) یعنی "(اے نبیؐ!) آپ قرآن کے معاملے میں جلدی نہ فرمایئے' اس سے پہلے کہ اس وحی کے بارے میں اللہ کی طرف سے نازل ہونے کا فیصلہ ہو جائے"۔ چنانچہ ایک بار آپؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے شکایت کی تھی کہ آپ بہت دیر سے آتے ہیں' وقفہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَیْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا ۝﴾:(مریم:64) یعنی "(اے نبیؐ!) ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے حکم سے۔ اسی کا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے' اور جو کچھ اس کے درمیان ہے' اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا"۔ اے نبیؐ ہمیں معلوم ہے کہ وحی کا دیر سے آنا آپ پر بڑا شاق گزرتا ہے۔ اس وقت آپ کو مشکلات اور آزمائشوں کا سامنا ہے۔ مشرکین مکہ کی زہر آلود باتیں بھی آپ کی طبیعت پر گراں گزرتی ہیں۔ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ۝﴾:(الحجر:97) یعنی "(اے نبیؐ) اور ہمیں خوب معلوم ہے' جو کچھ یہ کہتے ہیں' اس سے آپ کا سینہ بھنچتا ہے"۔ لیکن اطمینان رکھئے کہ یہ سب وقتی مشکلات ہیں۔ آپ کو وہ کچھ ملنے والا ہے کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو بہت زیادہ خوشی اس بات پر ہوگی کہ آپؐ کے امتی جنت میں داخل ہو جائیں۔ چنانچہ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: جس کا مفہوم یہ ہے کہ میں اس وقت راضی ہوں گا جب میرا ہر امتی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اگرچہ آپ کا یہ فرمان امت کے لیے بہت بڑی بشارت ہے' اس کے ساتھ ساتھ اس حدیث کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے جس میں آپؐ نے فرمایا: ((كُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ یَّاْبٰی ' قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی)) (بخاری) "میرا ہر امتی جنت میں داخل ہو جائے گا سوائے اس کے جو خود انکار کر دے۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ کون انکار کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (درحقیقت جنت میں جانے سے) انکار کیا"۔

اگر کوئی قوم اللہ کے ساتھ مخلص نہ ہو' اس کے افراد اللہ پر ایمان کا دعویٰ تو کریں' لیکن ان کا توکل اور بھروسہ "طاغوت" پر ہو' تو ایسی قوم کو اپنے قصور کی سزا ضرور ملتی ہے

اب ایک اور پہلو سے دلجوئی کی جا رہی ہے۔ فرمایا: ﴿اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۝﴾ یعنی "کیا اس نے نہیں پایا تھا آپؐ کو یتیم تو پھر پناہ عطا فرمائی"۔ اگرچہ آپ کی ولادت سے قبل ہی آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا' لیکن اللہ نے آپ کی دستگیری فرمائی اور ہر دور میں آپؐ کے سر پر دستِ شفقت رکھنے والا کوئی نہ کوئی ضرور موجود رہا۔ ابتدائی چھ سال آپؐ نے والدہ کی محبت اور شفقت میں گزارے۔ والدہ کی وفات کے بعد دو سال تک دادا عبدالمطلب کی بھرپور شفقت اور محبت حاصل رہی۔ اس کے بعد ایک بڑا عرصہ ابوطالب کی سرپرستی میں رہے' جنہوں نے شفقت اور محبت کا حق ادا کر دیا۔ اسی سلسلہ کو آگے بڑھائیں جب مشرکین مکہ نے آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر عرصہ

حیات تنگ کر دیا تو اللہ نے مدینہ کو آپؐ کے لئے پناہ گاہ بنا دیا۔ مکہ سے آپ انتہائی کسمپرسی کی حالت میں روانہ ہوئے' لیکن مدینہ میں بے تاج بادشاہ کی حیثیت سے آپ ﷺ کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ اہل مدینہ نے آپ ﷺ کو پناہ دی۔

آگے فرمایا: ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝۷﴾: یہ ذرا مشکل آیت ہے' لیکن ایک عالم نے اس کا بہت خوبصورت ترجمہ کیا' یعنی ''اس نے آپ کو تلاشِ حقیقت میں سرگرداں پایا تو ہدایت کے دروازے کھول دیئے''۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ دیکھئے' آپ نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی وہ شرک کا گہوارہ تھا۔ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔ اخلاقی اعتبار سے بھی وہ پستی کے آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔ نبیؐ جو حساس دل اور فطرت سلیمہ کے مالک تھے' نے دیکھا کہ ہر طرف ظلم اور زیادتی ہے' شرک اور کفر کے اندھیرے ہیں اور انسانیت تباہی کے گڑھے کی جانب جا رہی ہے۔ چنانچہ آپؐ غار حرا میں غور و فکر کرنے کے لیے تشریف لے جاتے۔ اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر کئی کئی دن وہاں مقیم رہتے اور عبادت کرتے۔ کتب احادیث میں آپؐ کی عبادت کی جو تشریح بیان ہوئی ہے' وہ یہ ہے کہ آپؐ وہاں ''تفکر'' فرمایا کرتے تھے۔ اس کائنات کا ایک رب ہے' یہ تو ہر انسان کی فطرت سلیمہ کا حصہ ہے۔ لیکن آپؐ سوچ بچار کیا کرتے تھے کہ رب کی بندگی کا حق ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ ہدایت کیسے دکھائی جائے' کفر اور شرک کے یہ اندھیرے کیسے دور کیے جائیں۔ اس حالت میں اللہ نے آپ کے لیے حقائق کے تمام پردے اٹھا دیئے' اور ہدایت پورے طور پر منکشف کر دی۔ اب تا قیامت آپؐ کی ذات ہی معیارِ حق ہے۔ آپ جس کا حکم دیں وہ حق ہے' جس سے روک دیں وہ باطل اور منکر۔

﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝۸﴾ ''اور اس نے پایا آپ کو مفلس تو غنی کر دیا''۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ آنحضور ﷺ کے پاس اپنی کوئی جائیداد اور مال و اسباب دنیاوی نہیں تھے۔ آپ کے چچا ابو طالب جو آپ کی پرورش کر رہے تھے' اگرچہ بنو ہاشم کے سردار تھے' لیکن ذاتی اعتبار سے مفلس تھے۔ چنانچہ آپؐ نے بکریاں چرائیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تجارت کا راستہ کھولا۔ مکہ کی شریف اور مالدار خاتون حضرت خدیجہؓ نے آنحضور ﷺ کو مضارب کی حیثیت سے اپنے کاروبار میں شریک کیا۔ آپؐ ان کا مال تجارت لے کر شام جاتے تھے۔ تجارت کے ذریعے اللہ نے آپ پر رزق کے دروازے کھول دیے۔ اس کے بعد وہی ''الطاہرہ'' آنحضور ﷺ کے عقد میں آ گئیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اپنی ساری دولت اسلام کے لیے حضور ﷺ کے قدموں میں نچھاور کر دی۔

یتیم عمر کے ابتدائی حصے میں والد کی سرپرستی اور محبت سے محروم ہو جاتا ہے۔ دینِ رحمت نے اُس کے ساتھ سختی برتنے سے منع کیا اور شفقت اور نرمی کی تعلیم دی ہے

دوسرا مطلب یہ ہے کہ اَلْغِنَاءُ غِنَى النَّفْسِ ''اصل امیری تو دل کی امیری ہے''۔ یعنی انسان دنیاوی ضروریات اور آسائشوں سے مستغنی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہی دل کی تونگری عطا فرمائی۔ چنانچہ اس غنیٰ کا اظہار یوں ہوا کہ آپؐ نے اپنے لیے اس اختیاری ''فقر'' کو ترجیح دی ہے۔

اگلی آیت میں یتیم کے ساتھ سختی سے روکا گیا ہے۔ فرمایا: ﴿فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝۹﴾ ''اور جو یتیم ہو اس کے ساتھ سختی مت کیجئے''۔ یتیم ظاہر بات ہے کہ عمر کے ابتدائی حصے میں جب اُسے سرپرستی کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے والد کی شفقت سے محروم ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ سختی برتنے سے منع کیا گیا اور نرمی کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس آیت میں بظاہر خطاب نبیؐ سے ہے لیکن یہ پیغام آنحضور ﷺ کے ذریعے پوری امت کے لیے ہے۔ تمام مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ یتیموں کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں اور ان پر سختی سے گریز کریں۔

﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰﴾ یعنی ''اور جو سوالی ہو' اس کو مت جھڑکیے''۔ دینے والا تو رب ہے' لیکن جو مانگ رہا ہے' اسے آپ کبھی نہ جھڑکیے۔ اصل میں ہمارے دین کی تعلیمات میں بڑا توازن ہے۔ ایک طرف فرمایا کہ تمہارے مالوں میں سائل اور محروم کا بھی حق ہے۔ چنانچہ اگر کوئی عزت نفس ہتھیلی پر رکھ کر دست سوال دراز کر رہا ہے تو اس کو خالی ہاتھ واپس نہ لوٹایئے۔ کوشش ہونی چاہئے کہ اسے کچھ نہ کچھ ضرور دیا جائے۔ اور اگر معذرت بھی کرنا پڑے تو نرمی سے کی جائے۔ آپ ﷺ کسی سائل کو بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے۔ دوسری طرف مانگنے اور سوال کرنے کو انتہائی ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ سوال کرنا انسانیت کی تذلیل ہے۔ جو شخص کسی کے سامنے سوالی بن کر جاتا ہے' وہ اپنی نظر میں اور اللہ کی نظر میں بھی اپنے آپ کو گرا رہا ہوتا ہے۔ تاہم اس کے باوجود سوالی کو جھڑکنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگرچہ بعض علماء اور مفسرین نے' یہ بات بھی کہی ہے کہ جو سوالی بالکل آپ کے ساتھ کمبل ہو جائے اور کسی طرح پیچھا نہ چھوڑے' آپ کی کوئی معذرت قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہو' اس کے ساتھ تھوڑی سی سختی کی جا سکتی ہے' لیکن یہ استثنائی صورت ہے۔ اصول یہی ہے کہ سائل کو جھڑکا نہ جائے۔

آخری آیت میں فرمایا: ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱﴾ ''اور تمہارے رب نے تم پر جو نعمتیں فرمائی ہیں' ان کو بیان کرو''۔ اس کے دو مطالب ہیں۔ ایک یہ ہے کہ رب کی نعمت کے اعتراف کے لیے' اور اس کا شکر ادا کرنے کے لیے' ان نعمتوں کا ذکر کیا جائے۔ اس کی اجازت ہے بلکہ تلقین کی گئی' اس کا بڑا فائدہ ہے' لیکن یہ اظہار نعمت فخر اور تکبر کے انداز میں نہ ہو۔ ایسا کرنا انتہائی ناپسندیدہ ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ نے آپ کو سب سے بڑی نعمت (قرآن حکیم) عطا کی ہے' اس کو بیان کیجئے۔ ایک مفسر نے بڑا عمدہ نکتہ نکالا ہے کہ آنحضور ﷺ نے جو کچھ امت کو بتایا وہ قرآن ہی کی تفسیر ہے۔ اسی کا بیان ہے۔ گویا حدیث رسول 'فحدث'' کے امرِ الٰہی کی تعمیل ہے۔

اس سورۃ میں آنحضور ﷺ سے خطاب کے ذریعے پوری امت کے افراد کو امید و رجا کی تعلیم دی گئی ہے۔ زندگی میں ایسے بھی مواقع آتے ہیں جب داخلی اسباب یا خارجی حالات کی وجہ سے انسان میں مایوسی اور بددلی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک شخص ذاتی طور پر دین کی اشاعت اور فروغ کی کوشش کرتا ہے' دین کی خدمت کرتا ہے۔ مگر بسا اوقات نتائج نظر نہیں آتے' رستے بند پاتا ہے۔ لیکن اگر انسان اپنے مشن پر لگا رہے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ انشراح عطا کرتے ہیں' داخلی طور پر سینہ کھول دیتے ہیں۔ اس کے راستے کی رکاوٹیں ہٹنا شروع ہو جاتی ہیں۔ ایسے میں انسان پوری فعالیت کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہے' اور کامیابی کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔

یہی معاملہ قوموں کا ہے۔ اگرچہ کسی مسلمان قوم کو بظاہر سخت حالات درپیش ہوں لیکن وہ مطمئن ہو کہ وہ اللہ کے دین کے ساتھ مخلص ہے' تو بظاہر ناکامیاں اور مشکلات بھی ہوں تب بھی اُسے اللہ کی رحمت سے امید رکھنی چاہئے کہ ان مشکلات کے بعد خیر ظاہر ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اہل ایمان کو سخت آزمائش سے گزار کر اونچے مقامات تک پہنچاتا ہے۔ لیکن اگر قوم اللہ کے ساتھ مخلص نہ ہو' اس کے افراد اللہ پر ایمان کا دعویٰ تو کریں لیکن ان کا توکل ''طاغوت'' پر ہو تو پھر اس قوم کو اپنے قصور کی سزا ضرور ملتی ہے۔

آج وطن عزیز میں صورت حال یہ ہے کہ پوری قوم اللہ' اس کے رسولؐ اور اس کی کتاب سے بے وفائی کر رہی ہے۔ انفرادی سطح پر دین سے دوری عام ہے' اور اجتماعی طور پر اسلام کی رٹ لگا کر سیکولرازم کی راہ ہموار کی جا رہی ہے۔ ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ ہم ایک خوفناک انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اگر ہم اس انجام سے بچنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ پوری قوم اپنی اصلاح کرے' اپنا قبلہ درست کرے۔ اللہ کے دین کے ساتھ اپنا معاملہ درست کرے' پھر یہ آزمائشیں اور سختیاں بھی ان شاء اللہ کامیابیوں میں ڈھل جائیں گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رجوع الی اللہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

رمضان المبارک کی فضیلت

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

تمام ایام و شہور اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ اُس نے بعض دنوں کو دوسرے دنوں پر فضیلت دی ہے۔ ہفتے کے ایام میں جمعہ کے دن کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اس دن جمعہ کی خصوصی اجتماعی عبادت ہوتی ہے جس میں مسجد کے اندر خطبہ کے ذریعہ تبلیغ و ابلاغ کا فریضہ ادا کیا جاتا ہے۔ اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے جس میں دعا کی قبولیت کی خصوصی بشارت ہے۔ اسی طرح سال کے بارہ مہینوں میں رمضان کا مہینہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا' جو بنی نوع انسان کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ گویا ماہِ رمضان نزولِ قرآن کی سالگرہ ہے۔ رمضان میں وہ رات' جس میں قرآن کا نزول ہوا' اس قدر بابرکت ہے کہ اُس کی

> رمضان میں اللہ کا منادی پکارتا ہے: اے خیر اور نیکی کے طالب! قدم آگے بڑھا' اور اے بدی اور بدکرداری کے شائق! رک جا' آگے نہ آ

فضیلت پر قرآن مجید میں باقاعدہ ایک سورت ''سورۃ القدر'' ہے' جس میں بتایا گیا ہے کہ یہ رات ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس رات کو لیلۃ القدر اور لیلۂ مبارکہ کہتے ہیں۔

یہی وہ مہینہ ہے جس کے روزے مسلمانوں پر فرض کیے گئے ہیں۔ روزہ ارکانِ اسلام میں سے ہے۔ روزہ انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرتا ہے اور متقی آدمی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ رمضان میں ماحول خصوصی طور پر نیکیوں اور بھلائیوں کے لیے سازگار ہو جاتا ہے۔ مسجدوں میں پہلے سے زیادہ رونق ہو جاتی ہے۔ اس ماہ کی راتوں کی عبادت کا بہت درجہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی راتوں میں قیام کو گناہوں کی بخشش کا سبب قرار دیا ہے۔ تراویح کی باجماعت نماز رمضان شریف کی خصوصیت ہے۔ اسی طرح وتر کی نماز بھی اس ماہ میں فرضوں کی طرح اجتماعی طور پر ادا کی جاتی ہے۔ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس کے آخری عشرے میں اعتکاف کی عبادت رکھی گئی ہے۔ اعتکاف پُرخلوص عبادت کا باعث' مغفرت کا سبب اور روحانی ترقی کا ذریعہ ہے۔ رمضان کے لیل و نہار میں نیکیوں کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور نفل نماز کا ثواب فرض کے برابر ہو جاتا ہے۔

روحانی ترقی کے لیے اس ماہ کی خصوصی اہمیت ہے۔ جو لوگ اس ماہ کو اطاعت شعاری میں گزار لیتے ہیں ان کے اندر عبادت کا ذوق و شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ نیکیوں کا موسم بہار ہے' کیونکہ ماحول نیکیوں کے لیے سازگار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت خصوصی طور پر بندوں کے قریب ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں''۔ (بخاری و مسلم) ایک دوسری روایت میں ''رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں'' کے الفاظ ہیں۔ گویا اللہ کی رحمت ماحول کو خوشگوار بنا دیتی ہے اور شیاطین کا قید ہونا برائیوں کی ترغیب میں رکاوٹ کا باعث بن جاتا ہے۔ یوں اس ماہ میں جنت کی طرف جانے والا راستہ آسان اور دوزخ کو جانے والا راستہ دشوار کر دیا جاتا ہے۔ رمضان کو ہی یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس کے دوران اللہ کا منادی پکارتا ہے کہ اے خیر اور نیکی کے طالب! قدم آگے بڑھا اور اے بدی اور بدکرداری کے شائق! رک جا' آگے نہ آ۔ (جامع ترمذی)

ایک روایت کے مطابق رمضان کی ہر رات میں اللہ کی طرف سے بہت سے گناہگار بندوں کو دوزخ سے رہائی دی جاتی ہے' یعنی اُن کی مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ) اس طرح اگر رمضان کو ماہِ مغفرت کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس کی ہر رات میں جبریل امین علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرتے اور آپ اُن کو قرآن سناتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

یوں تو رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات سال کے سارے مہینوں میں بخشش اور سخاوت کا مظہر تھی' مگر رمضان میں آپ کی یہ صفت خوب نمایاں ہوتی تھی۔ آپ کی فیاضی اور نفع رسانی رمضان شریف میں بیش از پیش ہو جاتی تھی۔ رمضان کی آمد پر آپ اپنے صحابہؓ کو خاص طور پر نیکی اور بھلائی کی تلقین کرتے اور خود اپنے معمولات میں اس کا اظہار کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس ماہ کو ماہِ عظیم اور ماہِ مبارک

> نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا رمضان [illegible] اس کا پورا سال [illegible]

قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس مہینے نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ نیز یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے' اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مؤمن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان) اس ماہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا: ''اس ماہِ مبارک کا پہلا عشرہ رحمت ہے' درمیانی عشرہ مغفرت ہے اور آخری عشرہ آتشِ دوزخ سے آزادی ہے''۔

اس ماہِ مبارک کے اختتام پر عیدالفطر کا تہوار ہے۔ اس موقع پر رمضان کے مہینہ میں روزے رکھنے' صدقہ و خیرات کرنے اور رات کی عبادت کی توفیق عنایت فرمانے پر اللہ تعالیٰ کے حضور شکرانے کے طور پر دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے۔ رمضانِ مبارک کے فضائل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے رمضان کے استقبال کے لیے مستعد ہونا چاہیے اور اس ماہ مبارک کی باسعادت ساعتوں سے بھرپور استفادہ کرنے کا عزم و ارادہ کرنا چاہیے۔

رمضان المبارک اور خواتین

ڈاکٹر نفیس سلطانہ چغتائی

وقت کا پرندہ انتہائی تیز رفتاری سے اُڑ رہا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ اسلامی سال ابھی شروع ہوا تھا مگر پلک جھپکتے آٹھ ماہ بیت گئے اور رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آن پہنچا۔ یہ وہی مبارک مہینہ ہے جس کے روزے فرض قرار دیے گئے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا مہینہ قرار دیا اور وعدہ کیا کہ جس نے میری خاطر اپنا کھانا پینا ترک کیا، اس کی اس نیکی کا اجر بھی میں ہی دوں گا۔ اس ماہ کی جانے والی ہر نیکی کا ثواب کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ یہ اللہ کی عنایت و کرم نوازی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ

رمضان کا استقبال اس طرح فرماتے کہ رمضان سے صرف ایک دن پہلے تمام صحابۂ کرامؓ کو جمع کرتے اور خطبہ ارشاد فرماتے: ''اے مسلمانو! تم پر بڑی عظمتوں اور برکتوں والا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اس مہینے میں اگر فرائض کا اہتمام کرو گے تو ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر اور نفل کا ثواب فرض کے برابر ہوگا''۔

اس ماہ میں خواتین کی ذمہ داریاں دو چند ہو جاتی ہیں، کیونکہ افطار اور سحری کا اہتمام بھی لازمی ہوتا ہے۔ مگر افسوس کہ ایسا پیارا اور مقدس مہینہ ہم خواتین باورچی خانے کی نذر کر دیتی ہیں۔ بعض خواتین جو تفریحاً شاپنگ کی عادی ہوتی ہیں وہ تو عید کی ساری خریداری اسی مہینے میں کرتی ہیں اور اس کے لیے اتنا اہتمام کرتی ہیں کہ روزہ تک چھوڑ دیتی ہیں۔ اس طرح وہ روزے کی برکتوں سے بھی محروم ہوتی ہیں اور اضافی رقم دے کر دکان داروں کے لیے عیدی کا بندوبست بھی کرتی ہیں۔ مغربی ممالک میں کرسمس سے بہت پہلے ہر شاپنگ سینٹر پر ''سیل'' لگا کر انتہائی ارزاں قیمتوں میں روز مرہ چیزیں لوگوں کو فراہم کی جاتی ہیں۔ ہر غریب انسان بھی کرسمس کے تہوار پر نئے لباس اور اشیاء سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ پاکستان میں رمضان سے پہلے قیمتیں آسمان پر پہنچ جاتی ہیں۔ پھل اور سبزیوں کے دام بڑھا دیئے جاتے ہیں۔ ہر سال رمضان میں عمرے کے لیے کرایے میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

اپنی بہنوں کو میرا یہ پر خلوص مشورہ ہے کہ آپ اپنی عید کی شاپنگ رمضان سے پہلے کریں۔ کپڑے خرید کر سلوا کر رکھ لیں۔ رمضان کے لیے افطار اور سحری پر بنائے جانے والی اشیاء (چھولے، مونگ اور ماش کی دال کے بڑے، سموسے، قلاقند کی گجیاں) پہلے سے تیار کر کے فریز کر دیں، تاکہ یکسوئی سے رمضان کی برکات و فیوض سے فیض یاب ہو سکیں۔ اب استقبالِ رمضان کے لیے پورے سکون سے اپنے آپ کو تیار کر لیں۔

یہ مہینہ بطور خاص عبادت اور روحانی ترقی کا مہینہ ہے۔ اس میں صبح سے شام تک باورچی خانے میں مصروف رہنے سے بہتر ہے کہ صرف آخرت کی فکر کریں۔ خدا جانے اگلے سال یہ بابرکت مہینہ ہمارے نصیب میں ہو کہ نہ ہو۔ ہم مسلمانوں کی پوری زندگی کھانے کے اہتمام میں صرف ہوتی ہے۔ یقیناً کھانا بھی زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے، مگر رمضان میں اگر اس میں کچھ کمی کر کے اپنا احتساب کیا جائے۔ تزکیۂ نفس اور تطہیر کے عمل سے اپنے آپ کو روزانہ گزارا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ نے ہمیں جس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے، اس کے لیے تو ہمارے پاس وقت ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ ذاریات میں انسانوں اور جنوں کی تخلیق کا مقصد صرف عبادتِ الٰہی بیان فرمایا ہے اور ہم مقصدِ حیات ہی فراموش کر بیٹھے ہیں۔

بعض بہنیں شاید مجھ سے اختلاف کریں مگر میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ یہ مقدس مہینہ اجر و ثواب کا مہینہ ہے اس لیے اس ماہ میں ہم اگر اپنے اطوار میں تھوڑی سی تبدیلی کر لیں تو اجر و ثواب میں اضافہ بھی ہوگا اور ہماری دنیاوی مصروفیات عبادت کے زمرے میں آ جائیں گی۔ مثلاً یہ کہ جب بھی کوئی کام شروع کریں ''بسم اللہ'' پڑھ کر شروع کریں۔ ''بسم اللہ و توکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ'' جیسے کلمات کو ہر وقت وردِ زبان رکھیں۔ سحری تیار کریں یا افطاری کا اہتمام کریں، اپنی زبان کو استغفار، درود شریف اور تیسرے کلمے سے مزین رکھیں۔ نماز کی تیاری کا خاص اہتمام کریں۔ وضو کرتے وقت خیال رکھیں کہ آپ کے چہرے، ہاتھ، پاؤں کے گناہ دھل رہے ہیں۔ سحری پر اٹھنے کے لیے تہجد کی نماز کا خیال رکھیں۔ یہ وہ نماز ہے جو حضور ﷺ ہمیشہ ادا فرماتے تھے۔ رات رات بھر کھڑے

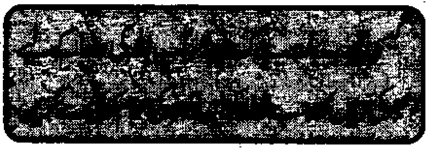

رہتے تھے کہ پاؤں پر ورم آ جاتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اس کیفیت کو دیکھ کر آپ ﷺ سے پوچھتیں، ''یا رسول اللہ، آپؐ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں پھر آپ ﷺ اتنی مشقت کیوں فرماتے ہیں؟'' آپ ﷺ جواب میں فرماتے، ''اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْداً شَکُوْراً'' کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ عام طور پر یہ 12 رکعتیں ہوتی ہیں۔ آپ اپنی سہولت کے لحاظ سے اس میں کمی کر سکتی ہیں۔ عام دنوں میں تہجد کی نماز پڑھنا خاصا مشکل ہوتا ہے مگر رمضان میں اسے ادا کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ''رات کی نماز میں اللہ نے ہمیں جو لذت و حلاوت عطا فرمائی ہے اگر دنیا کے بادشاہوں کو اس حلاوت کا پتہ چل جائے تو ہمارے پاس تلواریں لے کر مقابلہ کے لیے آ جائیں''۔

تہجد کے بعد آپ فجر کی نماز ادا کریں اور کوشش کریں کہ اشراق اور چاشت کے نفل بھی پڑھیں۔ اس مبارک مہینے میں اپنی استطاعت اور وسعت کے مطابق تلاوتِ کلام پاک جتنی زیادہ ہو سکے، کریں۔ ہر جمعہ کو صلوٰۃ التسبیح کا اہتمام کریں۔

رمضان المبارک کا یہ حق ہے کہ اس مقدس مہینے میں ایک گناہ بھی سرزد نہ ہو۔ اپنے ہاتھ، پاؤں، زبان، آنکھ، کان، دماغ، سب کو گناہ سے بچائیں۔ زبان کو غیبت سے، کان کو برا سننے سے، آنکھ کو برا دیکھنے سے محفوظ رکھیں۔ خواتین روزہ رکھ کر کھانا پینا چھوڑ دیتی ہیں، وہ کھانا جو پہلے سے حلال تھا مگر جھوٹ، غیبت، دل آزاری، گالی گلوچ جیسی بری خصلتیں جو پہلے بھی ناپسندیدہ اور حرام ہیں، انہیں آخر تک پکڑے رہتی ہیں۔

کوشش کریں کہ اپنے مردوں کو رزقِ حلال پر آمادہ کریں۔ اس مبارک مہینے میں یہ اہتمام انتہائی ضروری ہے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ سارا دن تو آپ اللہ کے لیے بھوکی پیاسی رہیں اور جب افطار کریں تو مرد کی حرام کمائی سے۔ اگر آپ سختی سے تاکید کریں گی کہ اس مہینے میں ایک دانہ اور ایک پیسا بھی حرام کمائی کا گھر میں نہ آنے پائے اور پوری سختی سے آپ نے یہ مہینہ رزقِ حلال سے گزار لیا تو یقین کریں پھر آپ کے بیٹے، بھائی اور شوہر آپ کو رزقِ حلال ہی کھلائیں گے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''جس کا رمضان کا مہینہ خیریت سے گزر گیا، اس کا پورا سال خیریت سے گزر گیا''۔

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بھی ہر نیک کام کے اجر میں مردوں کے برابر رکھا ہے۔ سورۂ احزاب کی آیت 35 میں تفصیل سے وضاحت فرمائی گئی ہے کہ عبادت و اطاعتِ الٰہی اور اخروی درجات و فضائل میں عورت اور مرد کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے۔ دونوں کے لیے یکساں میدان کھلا ہوا ہے۔ دونوں زیادہ سے زیادہ نیکیاں اور اجر و ثواب کما سکتے ہیں۔ جنس کی بنیاد پر اس میں کمی بیشی نہیں کی جائے گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں برداری کرنے والی عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے وسیع مغفرت اور بڑا ثواب رکھا ہے''۔

یہ مہینہ مغفرت کا مہینہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ''جس نے ایمان کی حالت میں روزے رکھ لیے، اس کے سارے گناہ معاف ہو گئے''۔ ایک اور حدیث مبارکہ ہے، ''جو رات کو تراویح میں کھڑا ہو گیا اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے، جو لیلۃ القدر میں کھڑا ہو گیا اس کی بھی مغفرت فرما دی جائے گی''۔ خواتین دن بھر افطاری کے اہتمام میں مصروف رہ کر اتنی تھک جاتی ہیں کہ تراویح جیسی اہم ترین عبادت کے لیے ان کی ہمت جواب دے جاتی ہے۔ یہ تراویح بھی عجیب عبادت ہے۔ بیس رکعتوں کے چالیس سجدوں میں بندہ اللہ کے اتنے قریب ہوتا ہے کسی اور حالت میں اتنے قریب نہیں ہو سکتا۔ بندے کی اس حالت کو معراج اور بلندی کہا گیا ہے۔ ''الصلوٰۃ معراج المؤمنین''

(باقی صفحہ 18 پر)

حسن البناء کی شہادت

سید قاسم محمود

وزیراعظم صدقی کے استعفیٰ کے بعد 10 دسمبر 1946ء کو نقراشی کی وزارت بنی۔ اسی روز حسن البناء نے ایک مضمون شائع کیا جس میں نئی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ قوم کے لئے آسانیاں پیدا کرے، راستہ مختصر کرے، قوم کی خواہش کا لحاظ کرے اور سمجھوتے کی بات چیت ختم کر کے جہاد کا راستہ اختیار کرے۔ اس کے بعد وہ مسلسل اخبار میں مضامین کے ذریعے دباؤ ڈالتے رہے، جن میں یہ بتاتے ہوئے کہ حکومت نے اخوان کے استیصال کی کوشش کی، ان کے اسکول بند کردیئے، ان کے آزاد کارکنوں کو قید کیا اور ہر طرح اُن پر زندگی و حرکت کا میدان تنگ کیا، اس کے طرزِ عمل پر کڑی تنقید کی۔ نقراشی اور اخوان کے مابین جنگ کا یہ نقطۂ آغاز تھا۔ فلسطین کے مسئلے نے اسے اور بڑھا دیا، جس میں اخوان نے سرگرمی سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، جو ایک طرف تو اُن کی طاقت کی آزمائش اور کسوٹی ثابت ہوا اور دوسری طرف ان کے رسوخ اور مصر و عرب ممالک میں عزت و مقبولیت کا سبب بنا۔ فلسطین کی جنگ میں اخوان عرب لیگ کی رہنمائی میں شریک ہوئے۔ اس عسکری اشتراک نے ان کو جنگی مشن اور تربیت کا موقع دیا، اور ساتھ ہی اس سے ان کی عسکری استعداد اور اثر پذیری کا بھی اندازہ ہوا۔

وزیراعظم نقراشی کو ان کی طاقت سے خطرہ لاحق ہوا۔ اس نے اندرونِ ملک واقع ہونے والے بعض حوادث و واقعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے الزام لگایا کہ ان میں اخوان کا ہاتھ ہے اور وہ ہر قیمت پر خونیں انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں۔ اس بہانے سے نقراشی نے 8 دسمبر 1948ء کو ایک فوجی حکم جاری کیا، جس کی رو سے اخوان المسلمین اور اس کی تمام شاخوں کو، جہاں جہاں بھی وہ تھیں، ناجائز قرار دیا گیا۔ اُن کی عملی سرگرمیوں کے تمام مراکز بند دیے گئے اور جماعت کے تمام کاغذات، دستاویزات، عہدنامے، رسالے، مطبوعات، رقوم، بینک اکاؤنٹ، املاک اور تمام مملوکہ اشیاء پر قبضہ کرلیا گیا۔ اس فوجی حکم کے بعد اور بھی کئی فوجی احکام صادر ہوئے، جن کی رو سے جماعت کی تجارتی کمپنیوں اور کمرشل اداروں کے حسابات منجمد کرنے اور جماعت کا سرمایہ قبضہ میں لے لینے کا حکم ہوا، جس کو "وزیر امورِ عامہ" اپنی صوابدید کے مطابق پبلک کاموں میں صرف کرنے لگا۔ حسن البنا نے چاہا کہ ان کو ذرا سا موقع دیا جائے، تاکہ وہ صورت حال کو ہموار کرنے کی کوشش کریں، لیکن نقراشی اور اس کی حکومت کی طرف سے اس پر مطلق توجہ کا اظہار نہیں کیا گیا، یہاں تک کہ نقراشی کے قتل نے اس قسم کی کوششوں کا دروازہ بند کردیا (قتل 28 دسمبر 1948ء کو ہوا تھا)۔ اس قتل کا الزام بھی اخوان پر عائد کیا گیا اور اس طرح حکومت اور اُن کے مابین کشمکش مزید بڑھ گئی۔

اخوان کے نام حسن البنا کا پیغام

حسن البنا نے ان تمام مصائب و ابتلا کی پیش گوئی کی تھی، اور وہ اکثر اس کو اس طرح بیان کیا کرتے تھے، جیسے یہ سب کچھ اُن کی نظروں کے سامنے ہے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی واضح کرتے رہتے تھے کہ دعوت و اصلاح کے علم برداروں

> کیپٹن جلال نے کہا: یاد رکھو! حسن البناء کا قاتل آزاد ہے، ہمیشہ آزاد رہے گا، اسے کوئی نہیں چھو سکتا

کی یہ ایک ضروری منزل ہے، جس پر سے ہو کر ہمیشہ انہیں گزرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ سابقہ انبیاء و مجاہدین کی مثالیں پیش کرتے تھے، اور اس بات پر انہیں کچھ ایسا یقین تھا کہ گویا یہ ان کا محکم عقیدہ تھا، جس کو انہوں نے اپنے رسالے میں اخوان کے لئے ثبت کردیا تھا۔

حسن البنا نے اخوان کے نام تحریر کیا: "میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ تمہاری دعوت کو اب تک بہت سے لوگ نہیں پہچانتے ہیں۔ جس دن وہ اس کو پہچان لیں گے اور اس کے اغراض و مقاصد کو پالیں گے، تمہیں ان کی طرف سے سخت عداوت و خصومت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تمہیں زبردست دشواریاں اور رکاوٹیں پیش آئیں گی۔ یہی وہ وقت ہوگا جب تم اہل دعوت کے راستے پر گامزن ہوگے۔ ابھی تک تو تم غیر معروف ہو اور دعوت کے لئے میدان ہموار کر رہے ہو اور وہ جس جدوجہد، سعی و قربانی کی طالب ہے، اس کی تیاری کر رہے ہو۔ اسلام کی حقیقت سے قوم کی ناواقفیت تمہارے لئے سنگِ راہ بنے گی اور بہت سے سرکاری علمائے دین کی طرف سے تمہارے فہم اسلام پر تعجب کا اظہار کیا جائے گا۔ دعوت دین کی راہ میں تمہارے طریق کار پر وہ لوگ عتاب کی نگاہ ڈالیں گے۔ زعماء و قائدین اور اہل اقتدار و رسوخ تم سے حسد کریں گے۔ تمام حکومتیں یکساں تمہاری مزاحمت کریں گی اور ہر حکومت چاہے گی کہ تمہاری سرگرمیوں کو بند کردے اور تمہارے راستے میں کانٹے بچھائے۔ غیر ملکی لٹیرے (انگریز) ہر طریقے سے تمہارا مقابلہ کریں گے۔ تمہاری دعوت کے نور کو بجھانے کی کوشش کریں گے، اور اس کے لئے وہ کمزور حکومتوں اور پست اخلاق لیڈروں سے مدد لیں گے۔ اُن ہاتھوں کو استعمال کریں گے جو اُن کی طرف بھیک اور تمہاری طرف جور و تعدی کے لئے پھیلے ہوں گے، اور کوشش کریں گے کہ ہر برائی اور عیب تم پر چسپاں کریں۔ اپنی قوت و اثر اور دولت و حکومت کے ذریعے وہ تمہاری دولت لوگوں کے سامنے انتہائی ہولناک صورت میں پیش کریں گے۔ یہی وہ وقت ہوگا کہ جب تم آزمائش و امتحان کے دور میں داخل ہوگے۔ تمہاری گرفتاریاں عمل میں آئیں گی۔ تم جیل میں ڈالے جاؤ گے۔ تمہارے تبادلے کئے جائیں گے۔ دور دراز کے علاقوں میں پھینکے جاؤ گے۔ تمہارے وسائل ثروت و راحت کو ضبط کیا جائے گا۔ تمہارے گھروں کی تلاشیاں لی جائیں گی۔ ممکن ہے کہ اس ابتلاء کی مدت طویل ہو:

﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۝﴾ (العنکبوت)

"کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ چھوٹ جائیں گے صرف اتنا کہہ کر کہ ہم ایمان لائے اور وہ آزمائے نہ جائیں گے"۔

یہ تحریر پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے حسن البنا کو الہام ہوا ہو اور وہ غیب کی نگاہوں سے سب کچھ دیکھ رہے تھے، کیونکہ جماعت کے ناجائز اور غیر قانونی قرار دیئے جانے کے بعد وہ سب کچھ پیش آیا جو دوسری جنگ عظیم سے کئی سال پہلے اخوان کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا تھا۔ اس حقیقت کو "ابتلا" سے پہلے بار بار دہراتے رہے، تاکہ اخوان اس کو حوصلے سے برداشت کرنے کے لئے تیار رہیں، اور اچانک اُن خوفناک حقائق و وسائل سے دوچار نہ ہوں، جنہوں نے "ہسپانوی احتسابی عدالتوں" کی یاد ذہنوں میں تازہ کردی۔ حسن البنا کی تمام پیشین گوئیاں، حتیٰ کہ انہوں نے جو خود روایت پرست دین دار طبقے کے حق میں کی تھیں، صحیح ثابت ہوئیں۔ واقعات نے بتایا کہ اس طبقہ علماء میں سے بعض نے رضاکارانہ طور پر تقریریں نشر کیں، اور حکومت کی اخوان کش پالیسی کی پوری پوری تائید کی۔ اس کے لئے انہوں نے ہمیشہ آیاتِ قرآنی کا استعمال کیا۔ مثلاً سورۃ

المائدۃ کی آیت 33:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ......﴾

"جو لوگ اللہ اور رسولؐ سے جنگ کرتے اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں' اُن کی یہی سزا ہے کہ اُن کو قتل کیا جائے یا سولی دی جائے یا اُن کے ہاتھ پاؤں برعکس کاٹے جائیں یا اُن کو دیس بدر کیا جائے۔"

یہ آیت طور کے جیل خانے اور دیگر تمام جیل خانوں کی دیواروں پر اُن جیلوں کے ناظمین کی جانب سے لکھ کر آویزاں کی گئی تا کہ تمام اخوان اس کو پڑھیں۔ بار بار پڑھیں۔ اب اس سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ اخوان جن کا نعرہ تھا:

اَللّٰهُ غَايَتُنَا وَالرَّسُوْلُ زَعِيْمُنَا

"اللہ ہمارا مقصد رسولؐ ہمارا قائد"۔

ان کو اس طرح کی آیت سے کس طرح برانگیختہ کیا جاتا تھا' اور یہ اتہام لگا کر کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمن ہیں' ایک نفسیاتی خلش میں مبتلا کیا جاتا تھا۔

ابراہیم عبدالہادی کی وزارت میں سب کچھ ہوتا رہا جو نقراشی کے بعد برسراقتدار آئی تھی۔ اُس شخص کی یہ کوشش رہی کہ اپنے پیشرو (یعنی نقراشی) کا انتقام پوری جماعت اور اس کے ایک ایک رکن سے گویا شخصی طور پر لے۔ اپنی اس سفاکانہ مہم میں اُس نے اس افواہ سے مزید مدد لی کہ بادشاہ سے جماعت کی بگڑی ہوئی ہے اور وہ انقلابی مقاصد رکھتی ہے۔ اس عہد حکومت میں جو بدترین حادثہ پیش آیا' وہ حسن البنا کا قتل تھا۔ قتل سے پہلے مرحوم سے وہ تمام ہتھیار' جن کے لائسنس ان کے پاس تھے لے لیے گئے تھے۔ اُن کا ملک سے باہر جانا ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ حکومت کی اجازت کے بغیر اندرون ملک بھی نقل و حرکت کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ جب حسن البنا نے حکومت کو اطلاع پہنچائی کہ وہ قصبہ بنہا میں اپنے ایک اخوانی رفیق کے ہاں جانا چاہتے ہیں تو اس خبر رساں کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ ان کے قتل سے چند روز پہلے کا واقعہ ہے۔

حسن البنا کی شہادت

جمعیۃ الشبان المسلمین (ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن) کی مجلس عاملہ کے رکن ناغی نے "شعبۂ نوجوانان" کے صدر محمد لیثی سے کہا کہ وہ استاد حسن البنا کو جا کر یہ پیغام پہنچا دیں کہ 12 فروری 1949ء ہفتہ کی شام کو وہ مجھ سے یہاں "ایسوسی ایشن" کے دفتر میں ملاقات کریں' تا کہ ان کو جماعت اخوان المسلمین کے حل طلب مسائل سے متعلق بعض اہم اور خوش کن فیصلوں کی اطلاع دی جا سکے' جس کے لئے اُن (ناغی) کے عزیز وزیراعظم ابراہیم عبدالہادی نے انہیں ذمہ دار بنایا ہے۔ چنانچہ دو بجے دن کو محمد لیثی نے حسن البنا کے گھر جا کر یہ خبر اُن کو پہنچائی۔

حسن البنا نے ان سے کہا: "ان لوگوں کی نیتیں ٹھیک نہیں' اور وہ کوئی سمجھوتہ نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے اس بے چارے بوڑھے شخص کو گرفتار کر لیا ہے' جس کے متعلق میں نے حکومت کو اطلاع دی تھی کہ ایک دو روز میں اُن سے ملنے بنہا جاؤں گا۔ بہر حال میں استاد ناغی سے ملاقات کے لئے آؤں گا"۔

8 دسمبر 1948 کو ایک فوجی حکم کے ذریعے اخوان المسلمین کو ناجائز قرار دے دیا گیا اور اُن کی عملی سرگرمیوں کے مراکز بند کر دیئے گئے

وقت مقررہ پر موصوف ملنے گئے۔ ملاقات کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا' سوائے اس مطالبے کے کہ ہتھیار اور ریڈیو ٹرانسمیٹر حکومت کے حوالے کر دیے جائیں۔ سوا آٹھ بجے تھے۔ حسن البنا باہر آئے اور ٹیکسی بلائی۔ اُن کے ساتھ اُن کے داماد عبدالکریم منصور ایڈووکیٹ بھی تھے۔ محمد لیثی ٹیکسی تک اُن کو چھوڑنے کے لئے آئے۔ ایسوسی ایشن کا ایک ملازم آیا اور اس نے لیثی سے کہا: "انہیں کوئی ٹیلی فون پر بلا رہا ہے"۔

حسن البنا اور ان کے داماد کو ٹیکسی پر سوار کرانے کے بعد محمد لیثی ٹیلی فون پر آئے ہی تھے کہ انہوں نے فائر کی آواز سنی۔ ٹیلی فون چھوڑ کر وہ فوراً باہر آئے اور دیکھا کہ ایسوسی ایشن کی عمارت کے سامنے ایک دراز قد' دبلا پتلا شخص جلباب (لمبا کرتا) اور سفید ٹوپی میں کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں ریوالور ہے۔ یہ دیکھ کر لیثی نے "پکڑو' پکڑو" کا شور مچایا۔ نوجوان نے ایک فائر ان پر بھی کیا جو خالی گیا۔ پھر وہ لیثی کے پیچھے سڑک پر دوڑا' اور دو اور فائر کئے وہ بھی خطا گئے۔ اب جب اُس کے پاس گولیاں ختم ہو گئیں تو وہ سامنے کی فٹ پاتھ کی طرف لپکا' جہاں ایک شخص اُس سے آ کر مل گیا اور وہ دونوں ایک سیاہ موٹر میں بیٹھ کر "شارع الملکہ" (کوئن روڈ) پر روانہ ہو گئے۔ اس اثناء میں استاد البنا ٹیکسی سے اتر کر ایسوسی ایشن آ چکے تھے' اور ان کی زبان پر "مار ڈالا' مار ڈالا" کے الفاظ تھے۔ اس وقت محمد لیثی واپس ایسوسی ایشن میں آئے اور انہوں نے دیکھا کہ ٹیلیفون کا ریسیور اب تک اٹھا ہوا ہے۔ ٹیلی فون پر بات کرنے سے معلوم ہوا کہ بات کرنے والا کیپٹن محمد جزار (افسر سی آئی ڈی) ہے۔ محمد لیثی ٹیلی فون پر چلائے کہ استاد البنا پر ایسوسی ایشن کے سامنے گولی چلائی گئی۔

کیپٹن جزار نے پوچھا: "وہ مر گئے یا اب تک زندہ ہیں؟"۔

دریں اثناء حسن البنا کو قریبی ہسپتال "دار الاسعاف" پہنچایا گیا۔ محمد لیثی بھی ہسپتال پہنچے۔ یہاں انہوں نے البنا کو کلمہ شہادت پڑھتے پایا۔ وہیں انہوں نے ایک گندمی رنگ کے نوجوان کو بھی دیکھا جو جلباب اور ترکی ٹوپی میں ملبوس تھا' اور جس سیاہ موٹر پر قاتل بھاگے تھے' اس کے قریب کھڑا تھا۔ اُس نے موٹر کے نمبر لے لیے تھے یعنی 9979۔ محکمہ ٹریفک میں تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ مذکورہ موٹر لیفٹیننٹ کرنل محمود عبدالمجید کی ہے' جو اس وقت سی آئی ڈی (خفیہ پولیس) کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ بعد میں کیپٹن جزار نے روپے' شراب' جنس لطیف اور آخر میں دھمکی اور تخویف کے ذریعے کوشش کی کہ گواہ کو موٹر کا نمبر بدلنے پر آمادہ کرے۔ اس نے یہاں تک کہا: "یاد رکھو! حسن البنا کا قاتل آزاد ہے اور وہ ہمیشہ آزاد رہے گا۔ اسے پکڑا نہیں جا سکتا۔ جو شخص بھی اس کی راہ میں آئے گا' اُس کو وہ جان سے مار ڈالے گا یا اُسے کوئی نقصان پہنچائے گا۔ اپنے بچوں کو یتیم کرنا تجھ پر حرام ہے"۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ حسن البنا کے قاتل آزادانہ گھومتے رہے' یہاں تک کہ 23 جولائی 1952ء کا فوجی انقلاب پیش آیا اور ان سب کو گرفتار کیا گیا۔ ان میں لیفٹیننٹ کرنل محمود عبدالمجید' لیفٹیننٹ کرنل احمد کامل' کرنل حسین کامل' حوالدار عبدہ' ارمانیوس بادشاہ کا خادم خاص محمد حسن' کیپٹن محمد جزار' حوالدار محمد محفوظ (اس موٹر کا ڈرائیور جس پر قاتل بھاگے تھے) احمد حسین جیاد' محمد سعید' مصطفیٰ محمد ابواللیل غریب اور لانس نائک حسین محمد بن رضوان شامل تھے۔

شہادت سے چند روز پہلے حسن البنا شہید نے ڈپٹی ہوم منسٹر عبدالرحمٰن عمار کی ایک سرکاری یادداشت (جس میں اخوان کو غیر قانونی اور ناجائز قرار دینے کی سفارش کی گئی تھی' کا جواب دیتے ہوئے حکومت کی جانب سے اخوان کو ناجائز قرار دیے جانے کے اسباب بیان کئے گئے تھے۔ شہید کی یہ آخری تقریر تھی' جس کا خلاصہ آئندہ شمارے میں پیش کیا جائے گا۔ (جاری ہے)

ضرورت رشتہ

☆لاہور میں رہائشی بٹ فیملی کو بیٹی' عمر 24 سال' میٹرک کے لیے مناسب رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: خالدہ A-137' جی او آر-5' فیصل ٹاؤن' لاہور

فون: 042-5203200

یادوں کی تسبیح

میری صُراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

قاضی عبدالقادر

کبیر (KUBAIR) انٹر کالج میں تیسری کلاس میں داخل ہو چکا تھا۔ اس کالج کو ڈبائی کے نواح میں ایک بہت بڑے رقبہ پر کبیر ناتھ جی نے خدمت خلق کے جذبہ کے تحت تعمیر کرایا تھا۔ یو (U) شکل کی ایک وسیع عمارت تھی' ایک بڑا ہال اور دسیوں بڑے بڑے کمرے تھے۔ کھیلنے کے لیے وسیع گراؤنڈ تھا۔ تین طرف کھیت اور ایک طرف ریلوے اسٹیشن جانے والی سڑک تھی۔ اس کے لیے زمین کا ایک رقبہ ہمارے دادا نے بھی عطا فرمایا تھا۔ ضلع بلند شہر اور علی گڑھ اور آس پاس بہت سے چھوٹے بڑے مسلمان نواب اور اُن کے رجواڑے تھے مگر خدمتِ خلق کے میدان میں اُن کا حصہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ البتہ یہ جذبہ ہندوؤں کو عطا ہوا تھا۔ سر سید احمد خان اور علی گڑھ یونیورسٹی کی بات چھوڑیے۔ سر سید احمد خان نہ نواب تھے نہ سرمایہ دار' انہوں نے اپنی محنت سے چندہ جمع کر کر کے کالج قائم کیا جو بعد میں مسلم یونیورسٹی کا درجہ حاصل کر گیا۔ بقول اکبر الہ آبادی ع ہماری باتیں ہی باتیں ہیں سید کام کرتا تھا...... اور

اب کہاں تک بتکدہ میں صرفِ ایماں کیجیے
تا کجا عشقِ بتاں میں ست پیا کیجیے
ہے یہی بہتر علی گڑھ جا کر سید سے کہوں
مجھ سے چندہ لیجیے مجھ کو مسلماں کیجیے

کبیر انٹر کالج دراصل ہندوؤں کا ادارہ تھا۔ طلباء کی کثیر تعداد ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ مسلمان لڑکے کم تعداد میں تھے۔ اسکول لگنے سے قبل ہال میں اسمبلی ہوتی تھی' جہاں ہمارے ایک استاد پنڈت ستیا رام پرارتھنا (ہندوؤں کی مذہبی دُعا) کراتے تھے۔ مسلمان لڑکوں کو بھی اس میں شریک ہونا پڑتا تھا۔ کالج میں ہم تیسری کلاس سے نویں کلاس تک رہے۔ تقسیم برصغیر کے وقت نویں کلاس میں تھے کہ فسادات کی وجہ سے وطن چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا۔

تیسری کلاس میں اُردو کی کتاب میں پہلی بار باقاعدہ ایک نظم پڑھی۔ اس سے قبل دوسری کلاس میں اس طرح کی نظمیں پڑھتے تھے۔ ''لتاں کے لیے والا آیا' میٹھے میٹھے کیلے لایا...... لتاں مجھ کو پیسے دے دو' کیلے والے کیلے دے دو''۔ پہلی کلاس میں اُردو کے شعر سے آشنا ہوا۔ پہلا شعر جو میں نے پڑھا اور تختی پر لکھا یہ تھا: ''رب کا شکر ادا کر بھائی جس نے ہماری گائے بنائی۔'' تیسری کلاس میں جو پہلی نظم پڑھی وہ علامہ اقبال کی تھی ''لب پہ آتی ہے بن کے تمنا میری''...... اس نظم سے میں بہت متاثر ہوا۔ علامہ اقبال کے نام سے یہ پہلی واقفیت تھی۔ اس نظم میں ایک بات کھٹکی تھی کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ ''ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے''...... مگر یہ کیوں ہے کہ ''دنیا کا میرے دم سے اندھیرا ہو جائے''...... اب لفظ ''دُور'' بالکل شروع میں تھا اور دور تھا' جس طرف توجہ نہ جا پاتی تھی۔ آخر میں سات برس کا ایک بچہ ہی تو تھا۔ بعد میں اُستاد جی نے ''دُور'' کی طرف توجہ دلا کر میری اس اُلجھن کو دُور کر دیا...... آئندہ سالوں میں علامہ اقبال کی بچوں کی اور نظمیں بھی پڑھیں۔ دسویں کلاس میں ہماری اُردو کی کتاب تھی ''اُردو پارے'' جس میں زیادہ تر نظمیں اور غزلیں علامہ اقبال ہی کی تھیں اور پڑھانے والے بھی تھے ہمارے کلاس ٹیچر محمد اقبال صاحب' جو اقبال کے بڑے عاشق اور زبردست شیدائی تھے...... کلام اقبال ماسٹر محمد اقبال صاحب سے اس طرح پڑھا کہ قلب و ذہن میں اُترتا چلا گیا اور رچ بس گیا۔

ہماری فکر کی پہلی تعمیر یہیں سے شروع ہوئی۔ کئی نظمیں ہم نے زبانی یاد کر لیں۔ ماسٹر اقبال صاحب ایک روز اسکول دیر سے آئے۔ ہمارے تعلقات شاگردانہ کے ساتھ ساتھ دوستانہ بھی ہو گئے تھے' ہم نے ان سے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی۔ کہنے لگے: والدہ بیمار تھیں' پاؤں دبا رہا تھا کہ وقت کا خیال نہیں رہا اور دیر ہو گئی۔ انہوں نے اس سے ہمیں یہ بھی سبق دیا کہ والدین کی خدمت کس کس طرح کی جاتی ہے۔ اولاد کتنی ہی بڑی ہو جائے' والدین کی خدمت ہر حال میں واجب ہے۔ جماعت اسلامی سے وہ متاثر تھے۔ کبھی کبھی جماعت اسلامی کے سید اسعد گیلانی صاحب کا رسالہ ''جہان نو'' کلاس میں لا کر اُس میں سے مضامین اور نظمیں سناتے تھے...... بعد میں انہوں نے فارسی میں ڈاکٹریٹ کیا۔ ایف سی کالج لاہور میں پروفیسر اور پھر وائس پرنسپل رہے۔ لاہور میرا جب بھی جانا ہوتا تھا تو اکثر اُن کی خدمت میں بھی حاضری دیتا تھا۔ اسی طرح شاگرد کی طرح ملتا تھا' مجھ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ کئی سال قبل ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آج جو میں ہوں میرے فکر کی تعمیر میں پہلا حصہ ان ہی کا تھا۔

ہندوستان میں ہمارے علاقہ میں گرمی اور سردی کے علاوہ برسات کا بھی موسم ہوتا تھا جو کئی ماہ تک جاری رہتا تھا۔ بارشیں بہت شدید ہوتی تھیں' سارا علاقہ جل تھل ہو جاتا تھا۔ کئی کئی روز سورج نظر نہیں آتا تھا۔ ایک روز ہم ڈبائی میں اسکول میں تھے۔ باہر بارش بہت سخت ہو رہی تھی۔ بجلی کوند رہی تھی' بادل گرج رہے تھے کہ یکدم شدید دھماکے کی آواز آئی اور اسکول کی عمارت ہل گئی۔ لڑکوں میں شدید خوف و ہراس پھیل گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اسکول پر یا اس کے قریب ہی بجلی گری ہے۔ اسکول کی مضبوط عمارت کی دیوار میں بڑا شگاف پڑ گیا۔ ایک بنگالی ماسٹر جو اس وقت اس دیوار کے قریب سے گزر رہے تھے' گر کر زخمی اور بیہوش ہو گئے۔ وہ دن اور آج کا دن' بارش میں جب بھی بادل گرجتے ہیں تو میرا خوف سے عجیب حال ہو جاتا ہے۔ لیٹ یا بیٹھ نہیں سکتا' ٹہلنے لگتا ہوں۔ جتنی بھی دعائیں یاد ہیں' سب پڑھنے لگتا ہوں۔ ایسا احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کی وجہ سے کہیں بجلی مجھ پر ہی نہ گرا دے۔ اب سماعت چونکہ خاصی کمزور ہو گئی ہے تو اس کا ایک فائدہ یہ ضرور ہے کہ بادلوں کی گرج کی آواز ذرا کم آتی ہے۔

ڈبائی میں بارشوں کے موسم سے اتنا خوف آتا تھا کہ میں دعائیں مانگتا تھا کہ اے اللہ! مجھے ایسی جگہ لے چل جہاں بارشیں ہوں ہی نہیں یا بہت کم ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور کراچی کا راستہ دکھا دیا۔

ڈبائی میں تیسری سے آٹھویں تک ہر کلاس میں ہم پاس ہوتے چلے گئے۔ کبھی فیل نہیں ہوئے اور نہ ہی کبھی کوئی سزا ملی۔ ورنہ لڑکوں کو سزا کے طور پر بنچ پر کھڑا کر دیا جاتا یا پھر سب کے سامنے مُرغا بنا دیا جاتا تھا اور وہ بیچارہ دیر تک دل میں کُکڑوں کُوں ہی کرتا رہتا تھا۔

اسکول میں پڑھائی کے علاوہ مختلف ہنر بھی سکھائے جاتے تھے' جیسے مٹی کے برتن بنانا (گلدستہ وغیرہ)' ان پر رنگ و روغن کرنا' جلد سازی' عبری بنانا' فائل بنانا وغیرہ۔ اس کی بھی باقاعدہ کلاس ہوتی تھی۔ ہمارے والد صاحب پڑھائی صرف کتابوں کی پڑھائی ہی کو سمجھتے تھے۔ ان چیزوں کو وہ اسکول کا کام نہیں سمجھتے تھے بلکہ میرا شوق سمجھتے

تھے۔ رنگوں' گتے وغیرہ سامان کے لیے پیسوں کی ضرورت ہوتی تھی جو وہ دیتے نہ تھے' کام پورا نہ ہوتا تھا تو اسکول میں ڈانٹ ڈپٹ ہوتی تھی۔ میں سخت پریشان رہتا تھا...... گھر سے روزانہ کچھ کھانے کے لیے دو پیسے ملا کرتے تھے۔ سستا زمانہ تھا' ایک پیسہ کے چنے مرمرے لے لیتے تھے اور ایک پیسہ کا کچھ اور۔ یا پھر دو پیسے کے پیڑے لیتے تھے جو تین آتے تھے۔ پیڑے مجھے بہت پسند تھے اور میں اس وقت سوچا کرتا تھا کہ بڑا ہو کر جب کمانے لگوں گا تو خوب پیڑے کھایا کروں گا۔ آج بھی مٹھائیوں میں میری پسندیدہ مٹھائی ہیں پیڑے' برفی اور قلاقند' (احباب نوٹ فرمالیں)۔ ہاں تو بات یہ ہو رہی تھی کہ اسکول کے کام کے سلسلہ میں واٹر کلر وغیرہ خریدنے کی سخت ضرورت تھی۔ والد صاحب پیسے نہیں دے رہے تھے۔ "بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا" کے مصداق ہوا یہ کہ ماموں جو علی گڑھ میں رہتے تھے' ایک روز کے لیے ڈبائی آئے۔ انہوں نے آ کر اپنا کوٹ کھونٹی پر ٹانگ دیا۔ ہم نے نظر بچا کر جیبوں کی تلاشی لی' کچھ روپے موجود تھے ان میں سے ہم نے 2 روپے اُڑا لیے اور چمپت ہو گئے۔ بازار سے جا کر واٹر کلر اور سکول کا دوسرا سامان خریدا۔ مٹھائی والے کی دوکان سامنے تھی' کچھ پیڑے بھی لے کر کھائے۔ ماموں جب جانے کو ہوئے اور کوٹ کی جیبیں دیکھیں تو 2 روپے کم تھے۔ انہوں نے والدہ صاحبہ کو کہا' جنہوں نے والد صاحب کو بتایا۔ الزام مجھ ناچیز پر لگا' جسے ایک دو تھپڑوں ہی میں ہم نے قبول فرمالیا اور اپنی اسکول کی ضرورت کی صحیح صحیح بات بتا دی۔ پھر جو ہماری مرمت ہوئی ہے تو بس اللہ دے بندہ لے۔ تھپڑ کھا کھا کے گال ہمارے سرخ ہو گئے۔

چاہ میں تیری طمانچے کھائے ہیں
دیکھ لو سرخی میرے رخسار کی

تو یہ تھی بچپن میں ہماری پہلی چوری۔ آپ کے اس خادم نے زندگی میں 2 بار چوریاں کی ہیں لیکن عین ضرورت کے تحت۔ ایک تو یہ بچپن کی تھی اور دوسری لڑکپن کی جس کا ذکر خیر آگے آئے گا۔

میری پہلی سوتیلی والدہ رشتہ دار تھیں۔ ان سے تو ہم "امن" میں رہے لیکن ان کے انتقال کے بعد ہماری جو دوسری سوتیلی والدہ آئیں وہ خاندان سے باہر کی تھیں' مطلقہ تھیں اور پہلے شوہر سے دو لڑکے ساتھ تھے' جو مجھ سے تھوڑے ہی چھوٹے تھے اور ہمارے ساتھ ہی رہتے تھے۔ ان والدہ صاحبہ سے میں نے بہت ماریں کھائیں۔ ذرا سی بھی کوئی بات ہو جائے تو پہلے خود بہت مارتی تھیں اور پھر نمک مرچ ملا کر والد صاحب کے آنے کے بعد اُن کو بتا کر سخت مرمت کراتی تھیں۔ یہ ایک معمول بن چکا تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر میں دونوں طرف سے مار کھاتا تھا۔ Positive اور Negative تار مل کر میرے بدن میں کرنٹ دوڑاتے رہتے تھے۔ بچوں کے ساتھ عموماً ہوتا یہ ہے کہ باپ اگر مارتا ہے تو ماں بچا لیتی ہے اور ماں مارتی ہے تو باپ بچا لیتا ہے مگر ہمارے ساتھ یہ تھا کہ دونوں ہی کے ہاتھوں پٹتے تھے اور خوب ہی پٹتے تھے' بچانے والا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ ان حالات میں مجھے بہت رونا آتا تھا لیکن کیا کروں' رو بھی تو نہیں سکتا تھا۔ روؤں تو اور مار کھاؤں۔ چنانچہ میں غسل خانے میں چلا جاتا تھا' وہی محفوظ جگہ تھی جہاں جا کر میں خوب رو دھو کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیا کرتا تھا۔ میری والدہ کا انتقال جب ہوا تو میری عمر ایک سال کی تھی۔ مجھے ماں کی محبت تو ملی ہی نہیں اور میں یہ جان ہی نہ سکا کہ یہ محبت ہوتی کیا شے ہے۔ مجھے جو "محبت" ملی وہ یہ کہ ہر وقت مار' بے حساب مار۔ اب احساس ہوتا ہے کہ شاید یہ اس وجہ سے تھا کہ والد صاحب کی نظروں میں میری وقعت گرائی جائے تاکہ اُن کے دو بیٹوں کے اُبھرنے کا راستہ ہموار ہو سکے۔ واللہ اعلم بالصواب!

ہمارے بچپن میں پردہ کا سخت رواج تھا۔ گھر کی خواتین کو اپنے یا دوسرے محلہ میں جانا ہوتا تو ڈولی منگوائی جاتی تھی۔ ڈولی میں بیٹھتے وقت دروازہ اور ڈولی کے درمیان دونوں طرف چادریں تان لی جاتی تھیں اور اسی طرح اُترتے وقت بھی ہوتا تھا۔ کسی دوسرے شہر جانا ہوتا تو یکہ (تانگہ کی ایک خاص شکل) منگوایا جاتا تھا۔ اُس میں بھی سوار ہوتے وقت چادریں تنتی تھیں۔ پھر اسٹیشن پر اُتر کر یکہ سے خواتین کے ویٹنگ روم تک اور ریل گاڑی کے آنے پر ویٹنگ روم سے گاڑی کے ڈبہ تک خواتین کے دونوں جانب چادریں تان تان کر چلا جاتا تھا تاکہ کسی طرح بھی بے پردگی نہ ہو۔ یہ تھا ہمارے ہاں کا سخت پردہ!

ایک طرف تو اس مذہبی عمل کی انتہا پسندی اور دوسری طرف شادی بیاہ اور غمی کے موقع پر ہر طرح کے رسم و رواج رائج تھے کہ یہ امت خرافات میں کھو گئی۔ کونڈے ہوتے تھے اور ہم گھر تلاش کر کر کے کونڈے کھاتے تھے۔ شب برات کا حلوہ ہر گھر میں بنتا تھا' اور یہ ایک ضروری مذہبی فریضہ تھا۔ سوجی اور چنے کی دال کے حلوہ کو نرم رکھا جاتا تھا' اس لیے کہ سنتے تھے کہ رات کو روحیں حلوہ کھانے آتی ہیں اور اُن کے دانت نہیں ہوتے۔ تعزیے ہمارے خاندان میں تو نہیں لیکن دوسری جگہوں پر بنتے تھے اور ہم رات کو انہیں دیکھنے نکلتے تھے۔ عاشورہ کے دن آگے آگے سنیوں کا اکھاڑہ' اس کے پیچھے ان کے تعزیے اور اُن کے پیچھے شیعہ حضرات کے علم اور ماتم کرتی ہوئی ٹولیاں۔ والد صاحب نے ہمیں بھی ایک اکھاڑہ میں لاٹھی چلانے کی تربیت حاصل کرنے کے لیے داخل کرا دیا تھا۔ ہم نے وہاں بنوٹ اور دوسرے کرتب سیکھے اور عاشورہ والے دن' تعزیوں کے آگے اکھاڑہ میں بھی اپنے کرتب خوب دکھائے۔ لاٹھی سے بنوٹ چلایا' آمنے سامنے دوسرے لڑکے کے ساتھ ڈنڈوں سے "پٹا" کھیلی...... شادیوں میں دولہا کا گھوڑے پر بیٹھنا' اُس کے آگے بینڈ باجوں کا بجنا اور اس سے آگے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کسی پائپ میں بارود ڈال کر گولے چھوڑنا عام رواج تھا۔ فرائض سے عموماً غفلت اور رسومات کو دانتوں سے پکڑا جاتا تھا۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں' راکھ کا ڈھیر ہے

ہمارے ہاں "شاہ ولایت صاحب" کا مزار تھا اور ہر سال اُن کا عرس ہوتا تھا۔ ہم لوگ سجادہ نشین تھے۔ سارے انتظامات کی ذمہ داری ہمارے خاندان کی ہوتی تھی۔ مزار پر جو چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے اور جو نذر و نیاز کی رقم حاصل ہوتی تھی' وہ سب منتظمین آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔ اچھی خاصی رقم ہو جاتی تھی۔ یہ بھی ایک کاروبار تھا۔ دور دور سے قوال بلائے جاتے تھے۔ اُن پر روپے نچھاور ہوتے تھے۔ بعض لوگوں کو "حال" آتا تھا' اصلی یا مصنوعی۔ باہر میلہ لگا ہوتا تھا۔ بڑی رونق رہتی تھی۔ یہ ہمارا ایک مقامی تہوار تھا جس کا نام "روشنی" رکھا گیا تھا۔ ہندوستان کے جس شہر میں بھی ہمارے رشتہ دار جا کر بس گئے تھے' وہ اس موقع پر ضرور وطن آتے تھے۔ ہم ان سب چیزوں سے بہت خوش ہوتے تھے۔ بچے تھے' اس لیے ہمیں ان باتوں کے بارے میں صحیح شعور نہیں تھا۔ ہمارے لیے اُس وقت یہ سب چیزیں "تقدس" کا درجہ رکھتی تھیں۔

ان شاء اللہ العزیز اس سال بھی
جامع القرآن' قرآن اکیڈمی
36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور میں
دورۂ ترجمہ قرآنِ حکیم
کا پروگرام ہوگا —— جس میں
حافظ عاطف وحید
قرآن حکیم کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان فرمائیں گے۔
پروگرام کا آغاز
ان شاء اللہ 5 / اکتوبر 2005ء بروز بدھ بعد نماز عشاء
تعارف قرآن حکیم اور سورۃ الفاتحہ
سے ہو جائے گا
○ نماز عشاء ان شاء اللہ ٹھیک 8 بجے کھڑی ہوگی
○ خواتین کے لئے شرکت کا باپردہ اہتمام ہوگا
مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
36/K ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501

مال مفت' دل بے رحم

ارشاد احمد حقانی

یہ ناقابل تردید حقیقت ثابتہ ہے کہ قیام پاکستان کے مادی ثمرات' جو کچھ ایسے معمولی بھی نہ تھے' صرف بالائی طبقات تک محدود رہے ہیں اور پاکستان کے کروڑوں محروم عوام کو ان میں سے محض ناقابل ذکر حصہ ہی ملا ہے' بلکہ سب سے زیادہ غریب اور کمزور (Poorest of the Poor) کی حالت تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پہلے سے بھی خراب اور کمزور ہوئی ہے۔ ان کی زندگیوں میں محرومی اور ناکامی ایک تلخ حقیقت بنی رہی ہے۔ ہر دور کے حکمرانوں نے قومی خزانے کو عملاً ذاتی ملکیت کے طور پر استعمال کیا ہے' اور صرف وہ خود اور بالائی طبقات ہی ان کی دریادلی سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ آج میں اس رجحان اور اس ظالمانہ رویئے کی دو مثالیں یہاں پیش کر رہا ہوں۔

ایک مثال کی تفصیل تو سینٹ میں فراہم کردہ حکومتی معلومات سے سامنے آئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ ''وفاقی حکومت کے ملازمین کی بہبود کی فاؤنڈیشن'' (FGEHF) نے اسلام آباد کے مختلف سیکٹروں میں 1989ء سے 1992ء کے درمیان 502 پلاٹس بااثر سیاستدانوں اور اعلیٰ سرکاری ملازمین کو کوڑیوں کے بھاؤ الاٹ کر دیئے۔ قریباً ایک سو سیاستدانوں کو جن میں میر ظفر اللہ خان جمالی اور ڈاکٹر شیر افگن نیازی بھی شامل ہیں' وزیراعظم کے خصوصی کوٹے سے پلاٹ دیئے گئے۔ حکومت پاکستان کی ہاؤسنگ اور ورکس کی وزارت نے سینٹ کو بتایا ہے کہ بہت سے وفاقی سیکرٹریوں' مختلف محکموں کے ڈائریکٹر جنرلوں اور دوسرے طاقتور حکام نے اسلام آباد کے آئی ایٹ' جی الیون اور جی 12 سیکٹروں میں پلاٹ حاصل کیے۔ ان تمام لوگوں کے ناموں کی تفصیل بھی سینٹ کو فراہم کی گئی ہے' جو میرے سامنے پڑی ہے۔ اب ذرا یہ ملاحظہ فرمائیے کہ ان پلاٹوں کی کیا قیمت وصول کی گئی۔

93 پلاٹ جن کا رقبہ 50x90 مربع فٹ تھا' صرف ڈیڑھ لاکھ میں بخش دیئے گئے۔ 40x80 مربع فٹ کے 143 پلاٹ -/88,888 روپے فی پلاٹ کے حساب سے عطا کر دیئے گئے۔ 90 پلاٹ جن کا رقبہ 35x70 مربع فٹ تھا' 77,778 روپے فی پلاٹ دے دیئے گئے۔ 20 پلاٹ جن کا رقبہ 30x60 مربع فٹ تھا' 50 ہزار روپے فی پلاٹ کے حساب سے بانٹے گئے۔ 98 پلاٹ جن کا رقبہ 30x50 مربع فٹ تھا 34,720 روپے فی پلاٹ کے حساب سے الاٹ کر دیئے گئے۔ 58 پلاٹ ایسے تھے جن کا رقبہ 25x50 مربع فٹ تھا وہ صرف 27778 روپے میں مرحمت فرما دیئے گئے۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ ہر پلاٹ کئی لاکھ روپے مالیت کا تھا اور سب سے بڑے پلاٹ کی قیمت بازار میں اندازاً ایک کروڑ روپے تھی۔ میرے سامنے جو فہرست ہے اس میں چوٹی کے متعدد مشہور بیوروکریٹس کے نام ہیں' جن میں سے بعض اصول پسند اور کرپشن سے بالاتر ہونے کی شہرت بھی رکھتے ہیں۔

> وزیراعظم کی طرف سے مسودۂ قانون میں تجویز کیا گیا ہے کہ ایک سال تک وزیراعظم رہنے والے شخص کو زندگی بھر قریب قریب ویسی ہی مراعات دی جائیں' جیسے ایک حاضر [illegible]

آج تو خیر زمین کی قیمتیں تمام حدود سے تجاوز کر چکی ہیں' اور پاکستان کا متوسط طبقے کا کوئی خاندان زمین خرید کر اپنا مکان بنانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن جس زمانے میں یہ پلاٹ دیئے گئے اس وقت بھی کھلی مارکیٹ میں زمین کی قیمتیں بدرجہا زیادہ تھیں' لیکن بالادست طبقے کے افراد کو یہ کوڑیوں کے مول مل گئی۔ اسلام تلقین کرتا ہے کہ دولت اور مادی وسائل کو امیروں ہی کے درمیان گردش نہیں کرتے رہنا چاہیے' لیکن ہمارے ہاں اس اسلامی حکم کی صریح خلاف ورزی ڈنکے کی چوٹ پر کی جا رہی ہے اور ناجائز تمتع کرنے والوں کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔

دوسری مثال بھی حال ہی میں سامنے آئی ہے۔ وزیراعظم کی طرف سے ایک قانون کا مسودہ تیار کرایا گیا ہے' جس میں تجویز کیا گیا ہے کہ ایک سال تک ملک کا وزیراعظم رہنے والے شخص کو زندگی بھر کے لیے قریب قریب ویسی ہی مراعات دی جائیں جیسی ایک حاضر نوکری وزیراعظم کو میسر ہوتی ہیں۔ دنیا میں صدور اور سربراہان ریاست رہنے والوں کو ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ سہولتیں دینے کی نظیر تو موجود ہے۔ خود ہمارے ہاں بھی یہ طریقہ رائج ہے اور اس کا کچھ نہ کچھ جواز ہے' کیونکہ سمجھا یہ جاتا ہے کہ ملک کا صدر ریٹائر ہونے کے بعد کوئی دوسری ملازمت بالعموم نہیں کرتا' اس لیے اسے ریاست کی طرف سے کچھ تحفظ' کچھ فوائد اور کچھ سہولتیں ملنی چاہئیں۔ دنیا بھر کے ممالک میں اس طرح کا معمول موجود ہے' لیکن وزیراعظم کا عہدہ رکھنے والے یا پارلیمانی نظام رکھنے والے کسی ملک میں ریٹائر ہونے والے وزیراعظم کو کوئی سہولیات یا مراعات دینے کا کوئی تصور نہیں' اس لیے کہ وزیراعظم کا عہدہ سیاسی سمجھا جاتا ہے اور وزیراعظم اپنے منصب سے علیحدہ ہونے کے بعد سیاست کر سکتا ہے' پھر دوبارہ وزیراعظم بن سکتا ہے اور کسی بھی شعبے میں کوئی نئی ذمہ داری سنبھال سکتا ہے' اس لیے دنیا میں کہیں بھی وزیراعظم کو پنشن اور مراعات دینے کا رواج نہیں ہے۔ لیکن چونکہ ہمارا باوا آدم ہی نرالا ہے اور ہمارے سرکاری خزانے کو حلوائی کی دکان نانا جی کی فاتحہ کے طور پر استعمال کرنے کا معمول موجود ہے' اس لیے جہاں' جو جس کے جی میں آتا ہے' کرتا ہے' اور سیاسی مقاصد کے لیے عوام کا پیسہ خرچ کرنا حکمران اپنے لیے مباح اور جائز تصور کرتے ہیں۔ اخباری اطلاع کے مطابق ریٹائر ہونے والے وزیراعظم کو جو مراعات دینا اس مسودۂ قانون میں تجویز کیا گیا ہے ان کے مطابق ایک سال تک اس منصب پر فائز رہنے والوں کو خود ان کے لیے' ان کی زوجہ کے لیے اور نابالغ بچوں کے لیے ڈپلومیٹک پاسپورٹ دیئے جائیں گے۔ انہیں پاکستان کے اندر اور بیرونی دنیا میں زندگی بھر کے لیے مفت طبی امداد فراہم کی جائے گی۔ البتہ ایسا کرنے سے پہلے ایک میڈیکل بورڈ سے کلیرنس لی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ ایسا کرنا ہرگز مشکل نہ ہوگا۔ ہر سابق وزیراعظم کو جو اکتوبر 2002ء کے بعد اس منصب پر فائز رہا ہو مفت سرکاری رہائش گاہ فراہم کی جائے گی اور اگر رہائش گاہ نہ دی جا سکے تو پچاس ہزار روپیہ ماہانہ کرایہ مکان الاؤنس دیا جائے گا۔ انہیں ہر ماہ بجلی کے 2000 یونٹ فری دیئے جائیں گے' گیس اور پانی بھی اسی طرح مفت ہوں گے' انہیں سرکاری گیسٹ ہاؤسز' ریسٹ ہاؤسوں اور سرکٹ ہاؤسوں میں بغیر کچھ ادا کیے اپنی فیملی کے ساتھ رہنے کی اجازت ہوگی' ان کے مکان پر حکومت ٹیلیفون لگوا کر دے گی اور 60 ہزار روپے سالانہ تک کا بل بھی حکومت ہی ادا کرے گی' انہیں زندگی بھر کے لیے گریڈ 17 یا 18 کا ایک افسر بطور پرائیویٹ سیکرٹری ملے گا' ایک سیکورٹی گارڈ ملے گا' ایک ڈرائیور اور ایک خانسامہ' سابق وزیراعظم جب چاہے اسے اضافی سیکورٹی عملہ بھی ملے گا'

25 ستمبر 2005ء

پرائیس ریلیز

اسلامی نظام کے قیام کے لیے ایک منظم' پرامن مزاحمتی تحریک کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے آج قرآن آڈیٹوریم میں ایک خصوصی نشست کے دوران ایک سوال کے جواب میں کہا کہ پاکستان میں اسلامی نظام کی بجائے مروجہ باطل نظام کو جاری رکھنے کے کم وبیش ہم سب مجرم ہیں۔ خواہ کوئی فرد ہو یا جماعت' سوائے ان افراد کے جو ایک ایسی جماعت میں شامل ہو کر اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد کر رہے ہوں جو انتخابی سیاست سے الگ رہ کر انقلابی طریقے پر کام کرے۔ انہوں نے کہا کہ اس جرم میں حکومت اور عوام دونوں کا حصہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حکومت کے پاس فوج اور پولیس کی طاقت ہے لیکن عوام اگر اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے قربانی دینے پر تیار ہوں تو دنیا کی کوئی طاقت اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ شرط یہ ہے کہ قانون کو ہاتھ میں لینے کی بجائے ایک پُرامن' منظم مزاحمتی تحریک برپا کی جا سکے جس کے لیے ایک معتد بہ تعداد میں افراد کی فراہمی ضروری ہے ورنہ چند ہزار آدمی نظام نہیں بدل سکتے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ عوام کی اکثریت خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے جو بہت بڑا جرم ہے۔ اس کی قریباً وہی سزا ہے جو باطل اور کفر کی حمایت کرنے والوں کی ہے۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو سوچنا چاہئے کہ آخرت میں ہم اللہ کو کیا جواب دیں گے' کیا بش اور بلیئر کی غلامی کے لیے ہم نے بے شمار قربانیاں دے کر پاکستان بنوایا تھا۔

(سردار اعوان)

بقیہ: اداریہ

کمرے تعمیر کرواتے ہیں اور دوسری جانب وہ لوگ ہیں کہ جو بھوک اور افلاس کے ہاتھوں اس درجے مجبور ہیں کہ ان میں سے بعض رسی باندھ کر چھت سے جھول جانے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں پاتے۔

اندرون ملک اداروں نے ظاہری طور پر بڑی ترقی کی ہے۔ سپریم کورٹ کے لیے نئی جدید طرز کی عمارت تعمیر ہوئی ہے' لیکن عوام انصاف کو ترس رہے ہیں۔ واپڈا کی بلند و بالا عمارتیں دیکھتے ہوئے سر پر ٹوپی قائم نہیں رہتی لیکن لوڈشیڈنگ نے پاکستانیوں کی دنیا اندھیر کی ہوئی ہے۔ ضلعی ناظمین ڈی سی اوز اور کونسلر تو ان گنت ہیں لیکن مقامی مسائل کا انبار کوہ ہمالیہ کو شرما رہا ہے۔ ملک کے ناخدا روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی آڑ میں پاکستان میں امریکی اسلام نافذ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ نظریاتی اساس کو مضبوط کیے بغیر بھارت سے محبت کی پینگیں بڑھائی جا رہی ہیں اور مسلمانوں کے ازلی دشمن اسرائیل سے بغلگیر ہونے کے لیے بے تاب ہیں۔ ستم یہ ہے کہ جس رانجھے پر ہم سب کچھ قربان کر رہے ہیں' وہ پھر بھی راضی نہیں ہو رہا۔ کبھی ایٹمی پروگرام کی بساط لپیٹنے کو کہتا ہے تو کبھی مدارس کے خلاف آپریشن کے لیے دباؤ بڑھاتا ہے۔ کہیں ہمارا حال یہ نہ ہو ع ''خدا ہی ملا نہ وصال صنم''۔ آج ہم بند گلی میں داخل ہو چکے ہیں۔ لیکن مسلمان مایوس نہیں ہوتا۔ ضرورت ہے واپس لوٹنے کی' قرآن کی طرف رجوع کرنے کی' جو نسخہ کیمیا ہے۔ اسی میں ہمارے تمام مسائل کا حل موجود ہے جو ہمیں ماضی سے آگاہ کرتا ہے اور مستقبل کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اگر اس رمضان میں ہم پاکستان کو ''اسلامستان'' بنانے کا عہد کر لیں تو شاید ماضی کی کوتاہیوں کا ازالہ ہو سکے۔

✿✿✿✿✿✿✿

نیز ان کے اور ان کے خاندان کے لیے وفاقی حکومت ہمہ وقت سپیشل سیکورٹی کا بھی انتظام کرے گی' سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اس تنخواہ کا 80 فیصد بطور پنشن عمر بھر کے لیے دیا جائے گا جو وہ وزیر اعظم ہوتے ہوئے وصول کرتے تھے۔

اب آپ اندازہ کریں کہ محض ایک سال تک وزیر اعظم رہنے والے افراد کا کس قدر بوجھ عوامی خزانے پر پڑے گا۔ اس مجوزہ بل کے تحت میر ظفر اللہ خان جمالی اور جناب شوکت عزیز ان تمام مراعات اور سہولتوں کے حقدار قرار پائیں گے۔ پارلیمنٹ سے یہ بل منظور کرانے سے پہلے ایوان صدر بھیجا گیا ہے' تاکہ صدر صاحب سے غیر رسمی منظوری حاصل کر لی جائے۔ اخباری اطلاع کے مطابق صدر صاحب نے ابھی اپنی رضامندی کا اظہار نہیں کیا' لیکن حکومت اس کے انتظار میں ہے۔ ہم صدر مملکت کی خدمت میں پرزور گزارش کریں گے کہ وہ اس بے جواز مسودۂ قانون کی ہرگز منظوری نہ دیں اور حکومت پر واضح کر دیں کہ وہ عوامی خزانے کے بے جواز استعمال کی اجازت نہیں دیں گے۔ موجودہ مقننہ کے ارکان کو پچھلے دو اڑھائی سال میں جو نئی مراعات اور جو نئے اضافے دیئے جا چکے ہیں عوامی حلقوں میں پہلے ہی ان پر تنقید ہو رہی ہے۔ کروڑوں روپیہ اس پارلیمنٹ پر خرچ ہو رہا ہے' جس کی افادیت بہت سے لوگوں پر واضح نہیں۔ اندریں حالات مجوزہ قانون کی منظوری دینا ستم بالائے ستم کے مصداق ہوگا۔

پاکستان کے مقتدر طبقوں کو اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ پاکستان کے وسائل پر صرف انہیں ہی اپنی اجارہ داری قائم کرنے کا حق نہیں' ان میں پاکستان کے کروڑوں عوام کا بھی حصہ ہے۔ کارل مارکس غلط نہیں کہتا کہ بالادست طبقے قانون کو اپنے مقاصد کے لیے موم کی ناک کی طرح توڑ مروڑ لیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں کرپشن کی بہت سی شکلیں رائج ہیں جن میں سے ایک شکل ''قانونی کرپشن'' (Legalised Corruption) کہلاتی ہے۔ اس کی آڑ میں بالادست طبقات ریاستی وسائل کا ناجائز انتفاع کرتے ہیں۔ اس کا سلسلہ اب بند ہونا چاہیے ورنہ وہ وقت دور نہیں جب لوگوں کی محرومیاں ایک آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑیں گی اور تمام مراعات یافتہ طبقات اور ان کے مال و منال کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائیں گی۔ اے اہل اقتدار! ڈرو اس وقت سے جب آپ کا مال و دولت آپ کو محروم لوگوں کے غیظ و غضب سے بچا نہیں سکے گا اور روز محشر تو آپ کے لیے قطعاً کوئی پناہ گاہ نہ ہوگی۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

فکری و عملی مسائل اور اُن کا حل

ندائے خلافت میں ایک نئے سلسلے کا آغاز کیا جارہا ہے: ''فکری و عملی مسائل اور ان کا حل''۔ ان صفحات میں قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے جواب دیئے جائیں گے۔ لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اپنے فکری و عملی مسائل ہمیں ارسال کریں، قرآن وسنت کی روشنی میں اُن کے تشفی بخش جوابات دینے کی سعی کی جائے گی۔ یہ خیال رہے کہ سوالات واضح اور مختصر ہوں نیز فرقہ وارانہ اختلافات پر مبنی سوالات سے گریز کیا جائے۔ سوالات بذریعہ خط یا ای میل ایڈریس (media@tanzeem.org) پر بھیجے جاسکتے ہیں۔ (مدیر)

سوال: قرآن میں ہے کہ کافروں سے دوستی نہ کرو، کیا کفار سے ملنا جلنا بھی نہیں چاہیے؟ (محمد سلیم)

جواب: غیر مسلموں کے ساتھ ہماری دلی دوستی نہیں ہونی چاہیے۔ ان کے ساتھ ہمارے مجلسی روابط بھی کم سے کم ناگزیر حد تک ہوں، ان سے ملا جاسکتا ہے' حلال اشیاء کی خرید و فروخت کی جاسکتی ہے' لیکن گھلنا ملنا نہ ہو۔ ان کے ساتھ داعیانہ تعلق رکھیں اور حکمت سے انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہیں۔

سوال: نومسلموں کے لیے دین میں کیا درجہ بندی ہے یعنی ان کے حق میں دین اسلام کا کیا لائحہ عمل ہے؟ (ایک خاتون)

جواب: اسلام میں نومسلم کا درجہ بہت بلند ہوتا ہے۔ عام مسلمان تو وہ ہے کہ جسے والدین سے اسلام ملا لیکن ایک نومسلم مرد ہو یا عورت' وہ اگر اسلام قبول کرتا ہے تو اپنے گھر والوں کو چھوڑتا ہے اور یہ بہت بڑی قربانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین عمل ایسے ہیں کہ جن سے کسی شخص کی سابقہ زندگی کے تمام گناہ معاف ہوتے ہیں۔ ان میں سے پہلا عمل' کفر کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونا ہے، دوسرا عمل' ہجرت ہے' یعنی خالصتہً اللہ کے دین کے لیے گھر بار چھوڑ دینا' اور تیسرا ہے' حج مبرور، وہ حج جو اللہ کے ہاں قبول ہوجائے، جو حلال کمائی سے کیا گیا ہو، اس کے تمام تقاضے، ضرورتیں اور اس کے آداب پورے کیے گئے ہوں۔ بہرکیف ان میں سب سے زیادہ بلند کام کفر سے اسلام میں آجاتا ہے۔

سوال: اسلام اور ایمان میں کیا فرق ہے' جو لوگ صرف مسلمان ہیں یعنی دل میں نہ ایمان ہے نہ نفاق ہے ان کا آخرت میں کیا معاملہ ہوسکتا ہے؟ (محمد عمر)

جواب: کلمہ شہادت کا زبان سے اقرار اسلام کہلاتا ہے جبکہ ایمان حقیقی سے مراد یقین قلبی یعنی ''تصدیق بالقلب'' کی کیفیت ہے، جو اسلام لاتے ہی حاصل نہیں ہوتی۔ جن لوگوں کے دل میں ایمان تو نہیں' لیکن ''نفاق'' بھی نہیں ہے' وہ اگر اسلام پر عمل کریں گے تو لازماً ایمان پیدا ہوجائے گا۔ جیسا کہ فتح مکہ کے موقع پر جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ ظاہر بات ہے کہ کچھ لوگوں کو ایمان نصیب ہوگیا ہوگا لیکن سب کو نہیں ہوسکا' مثلاً ایک قبیلے نے طے کیا' چلو اسلام لے آؤ' ان میں سے کسی شخص کی کیفیت یہ ہوسکتی ہے کہ ابھی تو میں اسلام قبول کرلیتا ہوں' پھر بعد میں موقع ملے گا تو اسلام کی گت بناؤں گا۔ ایسا شخص تو منافق ہوگیا۔ اور ایک ایسا شخص ہے جس کو اللہ نے نورِ ایمان عطا کردیا تو وہ دل کی حقیقی کیفیت کے اعتبار سے بھی مومن ہوگیا۔ ان دونوں کیفیات کے ساتھ ساتھ ایک شخص ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اُس میں نہ تو کوئی بدنیتی ہے اور نہ ہی اسے کمال ایمان ابھی نصیب ہوا ہے' لیکن اگر نیک اعمال کرے گا تو عمل کی بھی ایک تاثیر ہوتی ہے۔ آپ نماز پڑھتے ہیں تو اس کی بھی ایک تاثیر ہے' لیکن عمل ظاہر ہے کہ کلی ہونا چاہیے' تو لازماً اس کے نتیجے میں ایمانِ مطلوب دل میں پیدا ہوجائے گا۔ تو اگرچہ اسے ابھی کمال ایمان عطا نہیں ہوا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کے اعمال صالحہ کو شرف قبولیت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

سوال: کیا پاکستان میں نفاذ اسلام ممکن ہے۔ اگر ہے تو کس طرح؟ (عقیل عباس' لاہور)

جواب: پاکستان میں اسلامی شریعت کا نفاذ نہ صرف یہ کہ ممکن ہے' بلکہ لازماً ہوگا۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا۔ البتہ وقت کا تعین نہیں کیا جاسکتا کہ کب ہوگا' یہ صرف اللہ کے علم میں ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم پورے دین پر عمل کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے انقلابی منہج کے مطابق پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کرتے رہیں۔

سوال: شادی شدہ مرد یا عورت مرتد ہوجائے تو کیا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اگر ایسا ہو تو خاندان کے بکھرنے سے کیا منفی اثرات نہیں ہوں گے؟ (محمد یوسف قریشی)

جواب: کیا ہوگا' کیا نہیں ہوگا' اس کی ذمہ داری اللہ پر ڈالیے، اللہ کا حکم ہے تو اس پر عمل کرنا ہے۔ اگر شادی شدہ جوڑے میں سے کوئی ایک فریق بھی مرتد ہوجائے تو نکاح ختم ہوجاتا ہے۔ اس حکم پر عمل کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ خاندان کے باقی افراد کے لیے ضرور کوئی بہتری پیدا کرے گا، یہ اللہ کا معاملہ ہے۔

سوال: اگر اسلام کے اظہار میں یا اسلام پر ڈٹے رہنے سے جان کو خطرہ لاحق ہوجائے تو کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے حضرت یاسرؓ والا یا حضرت عمارؓ والا راستہ؟ (ظفر اقبال)

جواب: عزیمت والا راستہ حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ کا ہے کہ جان دے دی جائے' لیکن کلمہ کفر نہ کہا جائے۔ یہ اونچا درجہ ہے۔ البتہ رخصت کے درجے میں اجازت ہے کہ آپ جان بچانے کے لیے کلمہ کفر کہہ دیں۔

سوال: کیا قرآن شریف میں تحریف کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ قرآن اور سنت کی روشنی میں جواب دیں۔ (مشتاق احمد)

جواب: قرآن مجید کے ترجمے میں اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر غلط تحریف کی ہے تو یہ واقعتا بہت بڑا جرم، اور گناہ ہے اور اللہ کے ہاں اسے کفر بھی کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی غلطی لگ جائے اور وہ سمجھے کہ اس کا یہ ترجمہ نہیں بلکہ اس کا یہ ترجمہ صحیح ہے تو نیت کی بنیاد پر پوچھ گچھ ہوگی۔ ترجموں میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر کسی نے جان بوجھ کر قرآن کے اصل مفہوم سے ہٹانے یا لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے ایسا کیا تو یہ یقیناً کفر ہے۔

دعائے مغفرت

نائب ناظم دعوت تنظیم اسلامی جناب محمد اشرف وصی کی والدہ گزشتہ دنوں قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔ قارئین ندائے خلافت سے اور رفقاء و احباب سے مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تنظیم اسلامی وسطی لاہور کا نصف روزہ ماہانہ اجتماع

تنظیم اسلامی وسطی لاہور کے زیر اہتمام ایک تربیتی اجتماع 21 اگست بروز اتوار دس بجے صبح بمقام 37 حق سٹریٹ اردو بازار منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام اللہ اور درسِ قرآن سے ہوا۔ جناب عبدالرب کاشف نے سورۃ الانفطار اور دیگر آیاتِ قرآنی جن کا موضوع یوم قیامت کی ہولناکیاں اور تباہ کاریاں تھا' پر درس دیا۔ مقرر امجد محمود نے احادیث رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں آخرت کے حوالے سے مؤثر گفتگو کی۔ جناب محمد رضوان شمس نے ندائے خلافت میں ''گوشۂ اقبال'' کے تحت شائع ہونے والی نظم ''یہ جہاں تیرا یا میرا'' پڑھی اور اشعار کی تشریح کی۔ جناب طاہر اقبال نے ''سوال و جواب'' کے تحت قرآن کے حقوق' توحید عملی و توحید نظری' اسلام و احسان اور منہج انقلاب کے مدارج کے بارے میں تعلیم و تعلم کے دلنشیں انداز میں ایک مذاکرہ کرایا۔ جناب خالد مختار نے ''امیر بحر و بر'' کے عنوان سے جلیل القدر صحابیؓ رسول کاتب وحی سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کے محاسن و اوصاف' علوم و فنون اور دیگر صحابہ کرامؓ کی مجالس اور دربار نبی ﷺ میں آپؓ کی فضیلت' قدر و منزلت اور شخصیت کو دلکش انداز میں بیان کیا۔ جناب عمران حمید نے سورۃ بقرہ کی آیات 207 تا 209 کی روشنی میں ''اخلاص'' پر مؤثر گفتگو کی۔ نثار احمد نے ''حقیقت ذکر'' کی فضیلت و عظمت اور اہمیت کو اجاگر کیا۔ پروگرام میں 50 رفقاء و احباب نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔

(مرتب: عبدالرؤف اختر)

تنظیم اسلامی نیو ملتان کی شب بیداری

تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام مورخہ 27 اگست کو ماہانہ شب بیداری کا پروگرام ہوا۔ سب سے پہلے نماز مغرب کے بعد جناب محمد سلیم اختر نے سورۂ یونس کی آیات کے حوالے سے درسِ قرآن دیا۔ جناب سید محمد جہانزیب نے حضور ﷺ کی زندگی کا نہایت اہم اور حساس واقعہ پڑھ کر سنایا' یہ واقعۂ افک ہے۔ نماز عشاء کے بعد جناب عبدالرؤف اخوانی نے ''غصہ اور اس کو ضبط کرنے کی تدابیر'' پر درس حدیث دیا۔ پروگرام کے آخر میں بانی محترم کے سورۂ لقمان کے حوالے سے درس قرآن کی ویڈیو دکھائی گئی جس میں جذبہ شکر اور فطرت صحیحہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی۔ اختتام پر امیر تنظیم عطاء اللہ خان نے تمام شرکاء سے مختصراً تعارف حاصل کیا۔ یہ تعارفی نشست بہت مفید رہی کہ اس سے ہر طبقہ سے آنے والے شرکاء و سامعین کے بارے میں آگاہی ہوئی اور ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع ملا۔ رات گیارہ بجے یہ پروگرام ختم ہوا۔ 50 کے قریب رفقاء و احباب نے شرکت کی۔

(مرتب: شوکت حسین)

تنظیم اسلامی تیمر گرہ کی دعوتی سرگرمیاں

حسب معمول چھ اگست کو تنظیم اسلامی تیمر گرہ کی ماہانہ شب بیداری کا انعقاد ہوا جس میں سات رفقاء' امیر حلقہ' معتمد حلقہ' ناظم تربیت حلقہ سرحد شمالی سمیت تقریباً پندرہ احباب نے شرکت کی۔ نماز عصر کے بعد جہان اللہ نے ''نیکی کی حقیقت'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ نماز مغرب کے بعد محمد فہیم نے ایمان اور جہاد کے موضوع پر خطاب کیا۔

بارہ اگست کو تنظیم کا دعوتی اجتماع خیمہ کے مقام پر منعقد ہوا۔ جس میں نماز عصر کے بعد شاکر اللہ نے قرآن مجید کے حقوق بیان کیے۔ یہ خطاب تقریباً پندرہ بیس افراد نے سنا۔ نماز مغرب کے بعد امیر حلقہ سرحد شمالی نے ایمان اور جہاد کے موضوع پر پُر مغز تقریر کی جس کو تقریباً 50,60 افراد نے سنا اور اس طرح یہ اجتماع ختم ہوا۔ ایک تبلیغی بھائی اور ایک رفیق تنظیم نے چائے سے تواضع کی۔ اس اجتماع میں چار رفقاء' معتمد حلقہ اور ناظم تربیت حلقہ نے بھی شرکت کی۔

(مرتب: شاکر اللہ)

حلقہ سندھ زیریں کی شب بیداری

سندھ زیریں کے زیر اہتمام ماہانہ شب بیداری کا پروگرام حسب معمول قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں 10 ستمبر کو 9:30 بجے شب شروع ہوا۔ انجینئر نوید احمد نے رفقاء کے مطلوبہ اوصاف کے حوالے سے مطالعہ لٹریچر کے پروگرام میں کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کے مضمرات اور مقتضیات کی تذکیر فرمائی۔ اس پروگرام کو دوطرفہ بنانے کے لیے انجینئر نوید احمد رفقاء سے سوالات بھی کرتے جاتے تھے اور آخر میں موضوع کے حوالے سے کتابچہ ''تعارف تنظیم اسلامی'' کے مندرجات بھی پڑھتے جاتے تھے۔ اس کے بعد میزبان سراج احمد نے رات کے سیشن کے اختتام اور نماز تہجد کے لیے 4:15 بجے بیدار کیے جانے کا اعلان کیا۔ آخر شب نماز تہجد اور صبح نماز فجر کی ادائیگی کے بعد انجینئر نعمان اختر نے درس دیا۔ تذکیر بالقرآن کے پروگرام میں محمد رضوان نے سورۂ نازعات کے مضامین کی تذکیر کروائی جس میں قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے اور انسان کی مختلف مساعی اور ان کے نتیجے میں مختلف انجام کو بیان کیا گیا ہے۔ حالاتِ حاضرہ کے پروگرام میں راقم نے پہلے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ اس پروگرام کی ضرورت کیا ہے۔ تنظیم اسلامی ایک انقلابی جماعت ہے جو موجودہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر اس کی جگہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ لہٰذا ہمارے رفقاء کے لیے یہ ضروری ہے کہ نہ صرف اپنے ملک کے حالات پر بلکہ دنیا میں رونما ہونے والے حالات پر بھی نظر رکھیں۔ منتخب نصاب کے پروگرام میں ڈاکٹر محمد الیاس نے سورۃ الحدید کی آیات 7 تا 11 پر گفتگو کی۔ آخر میں انجینئر نوید احمد نے امیر حلقہ نسیم الدین کی نیابت کرتے ہوئے' جو مرکزی توسیعی عاملہ کے اجلاس میں شرکت کے لیے لاہور گئے ہوئے تھے' اختتامی گفتگو فرمائی جس میں دیگر امور کے علاوہ دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں اور سالانہ اجتماع سے متعلق اطلاعات بہم پہنچائیں۔ شجاع الدین شیخ صاحب نے آئی ٹی کے شعبہ میں تیار شدہ اس سی ڈی کے بارے میں تفصیلات بیان فرمائیں جس کو چند رفقاء نے بڑی محنت سے تیار کیا ہے جس میں بانی محترم' امیر محترم اور انجینئر نوید احمد کے دورۂ ترجمہ قرآن کو شامل کیا ہے۔ اس سی ڈی میں دورۂ ترجمہ قرآن کے علاوہ مادہ اور موضوع کے اعتبار سے سرچنگ کی سہولت موجود ہے۔

(رپورٹ: محمد سمیع)

ایران سر جھکانے کو تیار نہیں

امریکا اور یورپی یونین کی سرتوڑ کوشش ہے کہ ایران یورینیم کی افزودگی روک دے جس کے ذریعے ایرانی ایٹم بم بناسکتے ہیں۔ ایرانی حکومت کا کہنا ہے کہ اسے توانائی حاصل کرنے کے لئے ایٹمی ری ایکٹر اور دفاع کے لئے ایٹم بم بنانے کا حق حاصل ہے۔ یورپی یونین کے ''چودھری'' یعنی برطانیہ' فرانس' اور جرمنی پچھلے چند برس سے ایران سے گفت و شنید کررہے ہیں تاکہ وہ اپنے ایٹمی سفر سے دستبردار ہوجائے۔ صدر خاتمی نے منصوبے پر کام روک بھی دیا تھا لیکن نئی ایرانی حکومت نے کام دوبارہ چالو کردیا جس پر دنیا کے ٹھیکے دار چراغ پا ہیں۔

اب پچھلے دنوں امریکا اور درج بالا تینوں یورپی ممالک نے اقوام متحدہ کی بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی میں یہ قرارداد پیش کی کہ ایران کا معاملہ سکیورٹی کونسل میں پیش کیا جائے۔ یہ قرارداد ایجنسی کے رکن ممالک کی اکثریت نے منظور کرلی۔ اس کی مخالفت میں صرف وینزویلا نے ووٹ ڈالا' چین اور روس سمیت بارہ غیر حاضر رہے جبکہ 22 ممالک نے حق میں ووٹ دیئے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ بھارت نے بھی حق میں ووٹ ڈالا جس سے پائپ لائن بچھانے کے سلسلے میں آج کل ایران کی بات چیت چل رہی ہے۔ اب ایران کو اگلے چند ماہ میں سکیورٹی کونسل میں یہ ثبوت پیش کرنے ہیں کہ اس کا ایٹمی منصوبہ پرامن ہے۔ اگر سکیورٹی کونسل مطمئن نہ ہوئی تو وہ ایران پر پابندیاں عائد کرسکتی ہے مگر یادرہے کہ روس یا چین کے ویٹو سے پابندیاں بے اثر ہوجائیں گی۔ ایران مشرق وسطی میں روس کا سب سے بہترین دوست ہے اور ایران روسی تعاون ہی سے ایٹمی ری ایکٹر اور ایٹمی بجلی گھر بنا رہا ہے۔

افغانستان کے پارلیمانی انتخابات

18 ستمبر کو افغانوں نے 249 رکنی پارلیمنٹ (ولسائی جرگے) اور صوبائی کونسلوں کے لئے ووٹ ڈالے۔ افغانی حکومت کے مطابق ٹرن آؤٹ 50 فیصد رہا جبکہ آزاد ذرائع کا کہنا ہے کہ اس سے کم ووٹ پڑے۔ بہرحال ماہرین اس امر پر خوش ہیں کہ افغانی سیاست دوبارہ زندہ ہوگئی ہے۔ انتخابات میں 5800 امیدواروں نے حصہ لیا جن میں خواتین بھی شامل تھیں۔ افغان آئین کے مطابق پارلیمنٹ میں 68 نشستیں خواتین کے لئے مخصوص ہیں۔ خدشہ تھا کہ اس موقع پر طالبان وسیع پیمانے پر حملے کریں گے مگر مجموعی طور پر انتخابات پرامن ماحول میں منعقد ہوئے۔

افغانستان اس وقت نہایت نازک دور سے گزر رہا ہے۔ وہ غیرملکی حملوں' انقلابات' خانہ جنگی اور امریکی قبضے سے گزرا ہے اور ملک کو مستحکم کرنے کے لئے غیرمعمولی کوششیں کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ صرف افغانیوں کی نہیں اس کے پڑوسیوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ افغانستان کو مضبوط بنانے کے لئے ہر ممکن اقدامات کریں کیونکہ ان کی مضبوطی ہی میں ان کی بھلائی ہے۔

عراق کی صورت حال

عراقی پارلیمنٹ نے آخرکار آئین میں پانچ ترمیمات منظور کرلی ہیں۔ اب یہ آئین عراقی عوام سے منظوری کے لئے 15 اکتوبر کو بذریعہ ریفرنڈم ان کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یہ پانچوں ترمیمیں حکومتی شیعہ دھڑے اور اقلیتی گروہوں (سنی اور کرد) کے مابین گفت وشنید کے ذریعے ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ عراقی آئین جب پارلیمنٹ کے سامنے پیش ہوا تھا تو کردوں اور سنیوں نے اس پر کئی اعتراضات اٹھائے تھے۔

آئین کی شق نمبر 3 میں ترمیم کرکے جملہ اب یہ کردیا گیا ہے: ''عراق عرب لیگ کا بانی اور موثر رکن ہے۔ سنیوں نے اصرار کیا تھا کہ ''عرب'' کا لفظ شامل کیا جائے مگر کردوں کے لئے یہ امر نامنظور تھا۔

دوسری ترمیم کے ذریعے دو نائب وزرائے اعظم کے عہدے تخلیق کئے گئے ہیں جبکہ تیسری ترمیم کے ذریعے حکومت نے وعدہ کیا ہے کہ پانی کے وسائل برابری کی بنیاد پر تمام علاقوں میں تقسیم کئے جائیں گے۔ یہ آئین اب عربی اور کرد زبانوں میں پچاس لاکھ کی تعداد میں چھاپا جائے گا کہ عراقی عوام میں تقسیم کیا جاسکے۔ اس کے بعد آئین کے سلسلے میں ریفرنڈم ہوگا۔ دریں اثنا سعودی عرب کے وزیر خارجہ سعود الفیصل نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس وقت امریکی فوج عراق سے چلی گئی' عراق میں خانہ جنگی شروع ہوجائے گی۔ ان کا کہنا ہے کہ سعودی حکومت نے بش انتظامیہ کو خبردار کردیا تھا کہ اگر اس نے عراق پر قبضہ کیا تو کئی مسائل کے علاوہ اسے فرقہ واریت سے بھی نمٹنا ہوگا۔ اب سعودی حکومت کا کہا سامنے آرہا ہے۔

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگز ریسٹورنٹ ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے' روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے'

اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295'

فیکس: 0946-720031

(بقیہ: رمضان المبارک اور خواتین)

اسی کیفیت کو کہا گیا ہے۔ ہم دنیا میں ہر لحہ کام اور دنیا کی لذتوں میں مصروف رہ کر خدا کی اس قربت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ سجدے میں زمین پر سر رکھنے سے بندے کو کائنات میں بلندی نصیب ہوتی ہے۔ ہم اپنی کاہلی اور خودساختہ تھکن کا بہانہ کرکے اس بلندی کے مرتبہ کو ضائع کردیتے ہیں۔

رمضان المبارک میں دعا کے لیے خصوصی اہتمام کریں۔ سحری وافطار کے وقت جو دعا کی جاتی ہے وہ ''کبھی رد نہیں ہوتی''۔ اس مبارک ماہ کی ہر ہر ساعت ایسی ہے کہ اس میں دعا مانگنا ضروری ہے اور اللہ سے بخشش اور رحمت طلب کرنا عبادت ہے۔ شب عید میں دعا کرنا نہ بھولیں' کیوں کہ یہی مزدوری کی اجرت ملنے کی رات ہے۔ چوڑیوں اور مہندی میں اپنے انعام کو ضائع نہ کریں۔ اللہ سے اپنا انعام وصول کریں' یہی رمضان کا اصل حاصل ہے۔

Islam can certainly withstand such attacks; but if Muslims do not employ counter media and lobbying tactics, things are going to get far worse before they get any better. Whoever are carrying out the terrorist attacks are common enemies who certainly do not reside in the resources-less madrassas in Pakistan. Rounding hundreds of people in Pakistan after London Bombing, compared to not even a dozen in UK, is a clear example of misdirected approach that only supports the propaganda of modern day Julius Streichers.

Extending apologies and statements of denunciation simply confirm the pre-conceived conclusions that Muslims are guilty for these crimes. Instead of issuing fatwas for what is so-obviously transparent in the message of Islam anyway, the Muslims need to launch a vigorous campaign against the media's use of virulent qualifiers, and against directly and indirectly discrediting the Islamic concept of God (as in the case of New York Times), the Qur'an (as in the case of Washington Times) and the direct threats to all Muslims in the editorial pages of leading American dailies.

Silence due to fear of being blacklisted by Blair will only expedite the process for Muslims to face the same horror which the Jews faced at the hands of Nazis. Ignoring and denials will never stop their march towards Muslim holocaust. Silence of the majority of Muslims is far worse than cooperation of a few Muslims in this war on Islam.

Responding to countless Streichers, bent on proving that Muslims are the enemies of civilization through their books and articles and cable views networks is an impossible task. Nevertheless, Muslims' silence is criminal. If letter-writing and personal meetings do not bear fruit, Muslims must picket in front of the offices of these newspapers and media outlets to express their concerns over the impending and seemingly inevitable consequences of the work of the modern day Julius Streichers.

لاہور میں ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی تفصیل

بمقام	نمازِ تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن	مدرس
سمن آباد	جامع مسجد بنتِ کعبہ، N-866 پونچھ روڈ، سمن آباد	عمیر افضال
ٹاؤن شپ	طوبیٰ گرلز کالج 78 سیکٹر A-1 ٹاؤن شپ	حافظ محمد زبیر احمد
والٹن روڈ	جامع مسجد خدام القرآن اکیڈمی روڈ والٹن روڈ کینٹ	خالد محمود
شاہدرہ	آمنہ شادی ہال، شاہدرہ	نعیم اختر عدنان
ماڈل ٹاؤن	جامع مسجد قرآن اکیڈمی، K-36 ماڈل ٹاؤن	حافظ عاطف وحید
نیو گارڈن ٹاؤن	قرآن آڈیٹوریم A-191 اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن	حافظ علاؤ الدین
گڑھی شاہو	مرکزی دفتر تنظیم اسلامی، A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو	حافظ محسن محمود
	نمازِ تراویح کے بعد ترجمۂ قرآن	
مصطفیٰ آباد	جامع مسجد نور، گلستان کالونی مصطفیٰ آباد	اقبال حسین
سنت نگر	جامعہ مسجد فضلیہ عثمانیہ مونگیا سٹریٹ سنت نگر	نثار احمد خان
سبزہ زار سکیم	مسجد بابِ محمد، ایل بلاک سبزہ زار سکیم ملتان روڈ	حافظ وقاص احمد
لاہور کینٹ	جامع مسجد بہار شاہ روڈ نزد الفیصل ٹاؤن کینٹ	حافظ محمد اشرف
لاہور کینٹ	رحمانیہ مسجد، کیولری گراؤنڈ کینٹ	اللہ بخش
تاج باغ سکیم	بیت الھدیٰ 21 شجر راہ تاج باغ	شاہد اسلم
	نمازِ تراویح کے بعد ترجمہ قرآن (بذریعہ ویڈیو)	
وسن پورہ	دار القرآن، 3/17 وسن پورہ	ڈاکٹر اسرار احمد
اندرون شہر	مکان نمبر B-626، محلّہ کمبوہ واڑہ، نزد میدان بھائیاں والا اندرون موری گیٹ	ڈاکٹر اسرار احمد
اندرون شہر	آغا عمران محمود مکان نمبر 1 گلی نمبر 1 بالمقابل لیسکو آفس (واپڈا) فیروز پورہ راوی روڈ	ڈاکٹر اسرار احمد
لارنس روڈ	رہائش شکیل احمد صاحب S-47 لارنس روڈ	ڈاکٹر اسرار احمد
	ترجمہ قرآن برائے خواتین	
لاہور کینٹ	27 آرمی ہاؤسنگ سکیم، نشاط کالونی، کینٹ	صبح 9:30 تا دوپہر 1 بجے
تاج باغ سکیم	بیت الھدیٰ 21 شجر راہ تاج سکیم	صبح 9:30 تا دوپہر 1 بجے

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No.36

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeemorg)

Countering the Julius Streichers of our age

The Nuremberg Tribunal convicted Julius Streicher for "crimes against humanity." He was later hanged to death. Interestingly, the prosecutors didn't argue that Streicher killed anyone. He, in fact, didn't commit any violent act personally. Above all, Streicher was not even a prominent official in the German government during the period when the Jews and others were persecuted and killed.

The sole offense for which Julius Streicher was ordered put to death was having served as publisher and editor of Der Sturmer in the early 1930s, years before the Nazi actually carried out the genocide. In this capacity he was accused of penning a long series of virulently anti-Jewish editorials and "news" stories, usually accompanied by cartoons and other images graphically depicting Jews in extraordinarily derogatory fashion.

These write ups, the prosecution asserted, had done much to "dehumanize" the Jews in the minds of the German public. In turn, such dehumanization had made it possible - or at least easier - for average Germans to later indulge in the outright liquidation of the Jews. The Tribunal agreed, holding that Streicher was therefore complicit in genocide and deserving of death by hanging.

Let us fast forward to 2005. We see two major types of Julius Streichers around: one, those who are trying to be politically correct and two, those who are so honest and sincere in their commitment to dehumanize Muslims that they don't care about mincing words. The sum and substance of the work of these Julius Streichers is the same: discredit Islam and dehumanize Muslims.

Those who blame every terrorist act on Muslims within minutes of every attack, without even waiting for any investigation or inquiry, blame "poisonous interpretation" of Islam in their politically correct statements.

On the other hand, the overt Julius Streichers do not hesitate in saying in the pages of Washington Times (December 02, 2004): "It is time we admitted that we are not at war with "terrorism." We are at war with Islam...we are absolutely at war with the vision of life that is prescribed to all Muslims in the Koran. The only reason Muslim fundamentalism is a threat to us is because the fundamentals of Islam are a threat to us. Every American should read the Koran and discover the relentlessness with which non-Muslims are vilified in its pages. The idea that Islam is a 'peaceful religion hijacked by extremists' is a dangerous fantasy — and it is now a particularly dangerous fantasy for Muslims to indulge."

For the politically correct Julius Streichers, more than 75 years is good enough time to consummate their skills at dehumanizing a people and discrediting their faith. They think they know how to win future Nuremberg trials. Despite their perfection, they are so naïve to take us all for fools, thinking that we would not understand their gradual shift to high gears from a "war on terrorism," to "war within Islam," and a "war of ideas" to the open threats of holding all Muslims guilty in case of any future terrorist attacks.

The New York Times editorial pages are an open invitation to the extremist elements, holding grudge against Muslims and Islam, to strike terror and let Muslims get blamed for it while the iron is red. Imagine New York Times (July 15, 2005), a sources considered most credible and authentic in the "mainstream media," telling its readers that 1.2 billion Muslims are raised with the supremacist concept of God: "Muslims are raised with the view that Islam is God 3.0, Christianity is God 2.0, Judaism is God 1.0, and Hinduism is God 0.0."

Now imagine propagation of this concept along with open threats to all Muslims in the same pages (NY Times, July 8, 2005) that all Muslims are suspect and they should mend their ways, otherwise "the West is going to do it for them. And the West will do it in a rough, crude way - by simply shutting them out, denying them visas and making every Muslim in its midst guilty until proven innocent."

Is this any degree less for what Julius Streicher did in early 30s keeping in view that the situation is already volatile and in little more than a week time after the London bombing there were already more than 1200 attacks on Muslims. Such concepts and threats in the New York Times and other such "credible" sources are sufficient to further enrage the extremists who are already sending threatening and hate-filled e-mail messages to Muslims, calling them "towel head," "rag head," and "little pigs," and also directing them to "go back" to their "sands."

The efficiency and ruthlessness with which ideological war is being waged against Islam is mind-boggling. Those involved in this campaign believe that the US-led direct and indirect occupations and the puppet Muslim regimes will only succeed in eliminating the "threat" of Muslims' exercising their right to self-determination and securing self-rule for living by Islam by any means necessary, including torture and violence; and that helping eradicate any resistance to their totalitarian designs will occur by way of propaganda warfare similar to the efficient methods Goebbels employed during the Nazi era (which rallied the German people so surprisingly behind the concept of Aryan supremacy) and, more crudely, like the McCarthy era in the United States during the 1950s, when people were branded and persecuted without any due process or application of common sense.